THE ALHAKAM QADIAN رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

الحکم

دوبارہ جاری ہوا

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

ہفت روزہ

چہ گویم با تو گر آئی چہ در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

قیمت فی پرچہ

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد مجاہد مصری عرفانی

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد (الہام سیدنا مسیح موعود علیہ السلام)

چندہ سالانہ

والیان ریاست سے ۱۰۰
حکام و امراء سے ۵۰
معاونین سے ۲۰
عوام سے ۵
ممالک غیر سے ۱۲

مدینۃ المسیح
قادیان دار الامان سے
ہر انگریزی ماہ کی
۷-۱۴-۲۱-۲۸-
تاریخ کو
خدا کے فضل
اور
رحم کے ساتھ
شائع
ہوتا ہے

جلد ۳۷ | ۲۱ فروری ۱۹۳۴ء مطابق ۶ ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ یوم چہارشنبہ | نمبر ۶

"الحکم" کے اجراء پر حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا اظہار مسرت بذریعہ مکتوب مبارک

"مکرمی شیخ صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے یہ معلوم کر کے بے حد خوشی ہوئی ہے کہ آپ "الحکم" کو پھر جاری کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ برکت دے۔ اور اس ارادہ کی تکمیل کے سامان پیدا کر دے۔ (آمین ثم آمین)

"الحکم" سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے۔ اور جو موقع خدمت کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری زمانہ میں اسے اور بدر کو ملا ہے۔ وہ کروڑوں روپیہ صرف کر کے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا۔

میں کہتا ہوں کہ الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے۔ لیکن اس کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ سلسلہ کا کوئی مہتم بالشان کام اس کا ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے۔ لیکن دل یہی چاہتا ہے کہ الحکم جس کا نام ہی بتا رہا ہے کہ ابتدائے ایام سے سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا درجہ سمجھتے تھے۔ اپنی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی نسل کو اس کی خدمت کی توفیق دیتا رہے۔ اللّٰہم آمین"

خاکسار
مرزا محمود احمد (خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز)

(۷ جنوری ۱۹۳۴ء)

"الحکم" اور اُس کے خریدار و انصار

شُکریہ احباب

۱۔ میں نہایت خلوص سے ان تمام دوستوں کا شکرگذار ہوں جو الحکم کی اشاعت بڑھانے کے لئے تگ و دو کر رہے ہیں۔ وہ یقیناً یاد رکھیں کہ ان کا یہ فعل بہت بڑے اجر کا موجب ہے حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنے مکتوب میں الحکم کے ظاہری شکل میں بھی زندہ رہنے کی خواہش کی ہے۔ خداتعالیٰ ان کی خواہش کو ضرور پورا کرے گا جو لوگ اس خواہش کی تکمیل میں کوئی عملی کام کرینگے وہ گویا حضرت کے ارادہ کی تکمیل کے معاون ہوں گے۔ اس لئے میں ہر احمدی سے درخواست کرتا ہوں کہ حالات خواہ کچھ بھی ہوں۔ وہ الحکم کے خریدار ہو جاویں۔

۲۔ الحکم اسوقت تک اپنے ٹھیک وقت پر (باوجودیکہ میں سخت بیمار رہا ہوں اور ہوں) شائع ہوتا ہے۔ میں نے پہلے بھی درخواست کی تھی کہ جو احباب کسی وجہ سے اخبار نہ لینا چاہیں وہ اطلاع دے دیں۔ چنانچہ جن دوستوں نے اطلاع دی۔ ان کا نام خریداران کی فہرست سے کاٹ دیا گیا ہے۔ لیکن ابھی تک جن دوستوں نے کوئی اطلاع نہیں دی میں انھیں مستقل خریدار سمجھتا ہوں۔ وہ ازراہ کرم قیمت خود بھیجدیں۔ یا پھر دفتر سے جاری شدہ وی۔ پی کے لئے تیار رہیں۔ بایں اگر کسی نے وی۔ پی سے انکار کر دیا۔ تو وہ گویا الحکم کو قتل کرنے کا گنہگار ہوگا۔

الحکم آپ سے صرف ایک پیسہ روزانہ چاہتا ہے۔ اور کوئی احمدی ایسا نہیں ہو سکتا جو ایک پیسہ روزانہ اس کے لئے الگ نہ کر سکتا ہو

حیدرآباد اور معاونین الحکم

خاص حیدرآباد کی جماعت میں الحکم کے دور اول میں مولوی صفدر حسین صاحب اور میر مردان علی صاحب مرحوم خاص معاون تھے۔ اور بیس بیس روپیہ سالانہ قیمت دیا کرتے تھے خلافت ثانیہ کے ابتدائی زمانہ میں اور اس کے بعد بھی مخدومی نواب اکبر یار جنگ اور مخدومی سیٹھ محمد غوث صاحب نے ہمیشہ دریادلی کے ساتھ الحکم کی مدد کی ہے انھوں نے کبھی اس پر اعتراض ہی نہیں کیا کہ الحکم کے لئے ان سے کیا مانگا جاتا ہے۔ اور کیوں مانگا جاتا ہے۔ انھوں نے اس کا دینا ہی اپنا فرض جانا۔ مولانا سید ابوالحمید صاحب آزاد بھی اس جماعت میں شریک رہے ہیں۔ اب جبکہ خداتعالیٰ کے فضل سے جماعت بہت بڑھ چکی ہے کیا میں توقع کروں کہ ریاست حیدرآباد "الحکم" کی ڈیڑھ سو کاپیاں خریدے گی۔؟ اس کے لئے میں نیر صاحب کے جواب کا منتظر رہوں گا۔ سکندرآباد کی جماعت کی اعانت بے نظیر ہے اور بے نظیر رہے گی۔

"الحکم" اور "عرفانی"

ہدیۂ بسمل

مولانا مولوی عبیداللہ صاحب بسمل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابہ میں سے ہیں فارسی زبان میں وہ قادرالکلام شاعر ہیں۔ انھوں نے الحکم اور حضرت عرفانی کی شان میں ایک نظم لکھ کر آل عرفانی کو امتنان و شکر کا موقعہ دیا۔ حضرت والد صاحب قبلہ نے ہمیشہ ان خطوط یا ان نظموں کے شائع کرنے سے اجتناب کیا ہے۔ جو ان کے متعلق لکھی گئی ہوں۔ مگر حضرت بسمل نے جو کچھ لکھا ہے وہ نہایت محبت اور اخلاص سے لکھا ہے۔ اسلئے میں ان کے کلام کو شکرگذاری سے شائع کرنے کا موقع پاتا ہوں۔

حضرت بسمل نے سلسلہ کی بے نظیر قربانیاں کی ہیں۔ والد صاحب قبلہ کی بستر علالت سے بھی تمنا ہے کہ اگر خدا نے موقع دیا اور صحت و طاقت ملی تو وہ انپر کچھ لکھیں گے۔

(محمود احمد عرفانی)

"الحکم" گنجینۂ علم و حکم
در کمالِ شیخ "عرفانی" علم
شیخ عرفانی است با قولِ فصیح
ترجمانِ حضرتِ عیسےٰ مسیح
نکتۂ در معرفت گر گفتہ است
لولوے لالاے معنی سفتہ است
از احادیثِ نبیٔ عہدِ خویش
جمع کردہ دفتر از اندازہ بیش
در مدیحِ مہدیٔ آخر زماں
گشتہ پیش از دیگراں رطب اللساں
درس خواندہ از علوم نور دیں
منکشف گشتہ برو سرِ یقیں
کوس محمودی زدہ در چار سو
بانگ کوس او صدائے البشرا
میرساند مژدہ در ہر انجمن
گاہ در پنجاب گاہے در دکن
گشتہ مست از جرعۂ کاس الکرام
رشحہ پاشاں است بر ہر خاص و عام
شیخ عرفانی طریقت آشنا
میکند در قلزم معنی شنا
یمِ طامی ہست ایں شیخ بزرگ
دارد اندر دل مضامین سترگ
ہست سالارِ جرائد نامہ اش
آفریں بر نامہ و بر خامہ اش
لفظ لفظش شرح قولِ بوتراب
معنیش تفسیر از ام الکتاب
چیدہ از دارالاماں شاخ سمن
از برائے محفل شاہ دکن

سعی او در پیش شہ مشکور باد
بانبی المصطفےٰ خیر العباد

چودھری محمد حیات خان صاحب پنشنر انسپکٹر پولیس حافظ آباد نے "الحکم" کے اجراء پر عارفانہ رنگ میں بڑی مسرت کا اظہار کیا ہے اور دو خریدار بھی بھیجے ہیں۔ وہ الحکم کے دور اول میں بھی اس کی چوٹی کے معاونین میں سے تھے اور میں اب بھی ان سے کم از کم بارہ خریداروں کی توقع رکھتا ہوں۔

جناب شیخ مشتاق حسین صاحب الحکم کے قدیم معاونین میں سے ہیں۔ انھوں نے ہمیشہ امتیازی قیمت الحکم کی دی۔ وہ خود ایک بے نظیر اہل قلم ہیں۔ ان کی قدردانی کا مجھے ہمیشہ لطف آیا ہے۔ اس دور جدید میں انھوں نے بڑی مسرت کا اظہار کر کے معاونین کی فہرست میں اپنا نام درج کرایا ہے مگر میں ان سے کہوں گا کہ اخلاص و محبت کی راہ مجھے ارزانی ہنوز کہنے پر مجبور کرتی ہے

الحکم کے زندہ رکھنے کے لئے اس دفعہ

بہت بڑی قربانی کی ضرورت ہے

اور وہ صرف روپیہ دینے سے پوری نہیں ہو سکتی بلکہ خریدار مہیا کرنے سے پوری ہو سکتی ہے تاکہ جو چیز وہ پیش کرتا ہے وہ دلوں تک پہنچے۔ اور

اس شوخ کے جتنے دیوانے ہوں اتنا اچھا

درخواست دعاء

تمام احمدی بھائیوں اور بہنوں سے استدعا ہے کہ ہر روز نماز پنجگانہ میں دعا فرمائیں کہ:—

خداوند کریم حضرت خلیفۃ المسیح ثانی۔ حضرت ام المؤمنین و دیگر افراد خاندان نبوت کو مع جملہ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ مخلصین و مبلغین جماعت احمدیہ کے ہمارے سروں پر کامل صحت کے ساتھ دیر تک سلامت رکھے۔ اور جماعت کو ان کے فیوض و برکات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نیز دعا فرمائی جائے کہ اللہ تعالے احمدیت کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقیات عطا فرمائے۔ اور اہل دنیا کے سینوں کو قبول حق کے لئے کھول دے۔

(خاکسار:- غلام حیدر سب انسپکٹر اشتمال کوٹ شاہاں ڈاکخانہ تلونڈی راہوالی ضلع گوجرانوالہ)

کیا آپ نے الحکم کی توسیع اشاعت کا کام شروع کر دیا؟

(مینیجر الحکم)

سیرۃ المہدی کا ایک ورق

میں جب قادیان میں مقامی انجمن کا پریذیڈنٹ تھا۔ تو اسوقت سردار مصباح الدین صاحب احمد سکریٹری تعلیم و تربیت منتخب ہوتے۔ مینے انھیں ہدایت کی کہ وہ ذکر حبیب پر جلسے کیا کریں۔ چنانچہ ان جلسوں کا سلسلہ ایک زمانہ دراز تک جاری رہا۔ بلکہ کہنا چاہیئے کہ اب بھی بند نہیں۔ اب بھی جب ان کو موقع ملتا ہے۔ وہ ایسے جلسے کرتے رہتے ہیں۔ انھوں نے میری علالت کے ایام میں ان روایات میں سے کچھ حصہ الحکم میں اشاعت کے لئے بھیجا ہے جس کا ایک نمبر پچھلی اشاعت میں شائع ہوا۔ اور دوسرا آج شائع ہو رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر دے۔ دوستوں کو چاہیئے کہ اگر انھیں کوئی ایسا واقعہ معلوم ہے۔ جو خواہ ان کی ذات سے تعلق رکھتا ہو یا کسی دوسرے کی لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت پر کسی پہلو سے روشنی ڈالتا ہو۔ تو وہ لکھ کر بھیجدیں۔ تاکہ وہ شائع ہو کر ہمارے ازدیاد ایمان کا موجب ہو۔ عام طور پر لوگ سہل انگاری سے کام لیتے ہیں۔ جو جائز نہیں۔

(عرفانی)

ضروری اصلاح

گذشتہ اشاعت میں حضرت اقدس کے سفر دہلی کا جو واقعہ میر قاسم علی صاحب کی روایت سے شائع ہوا اسمیں سنہ ۱۹۰۳ء کی بجائے سنہ ۱۹۰۵ء پڑھنا چاہیئے (عرفانی)

اکرام ضیف

سیٹھی غلام نبی صاحب مرحوم نے ایک دفعہ مجھے سنایا کہ جب میں پہلی مرتبہ قادیان میں آیا حضرت اقدس گول کمرے میں تشریف رکھتے تھے۔ مجھے دیکھ کر حضور چارپائی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ مینے ہر چند عرض کیا کہ حضور میں خادم ہوں آپ تشریف رکھیں۔ آپنے فرمایا نہیں آپ ہمارے بھائی ہیں اور مہمان ہیں آپ چارپائی پر بیٹھ جائیں۔ اور مجھے جبرًا چارپائی پر بٹھا دیا۔ اور آپ اسطرح کھڑے ہوگئے۔ جسطرح کوئی خادم اپنے آقا کی خدمت کے لئے کمربستہ ہو جاتا ہے۔ آپ اندر سے ایک گلاس پانی کا لائے کمرے میں ایک صندوق پڑا تھا۔ اسے کھول کر حضرت اقدس نے اس میں سے مصری نکالی اور قلم کی ڈنڈی کے ساتھ اسے گلاس میں ڈال کر حل کیا۔ اور وہ شربت کا گلاس کھڑے ہو کر مجھے اسطرح پیش کیا جسطرح نوکر اپنے آقا کے سامنے پیش کرتا ہے۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور میں دل میں کہتا تھا کہ الٰہی یہ میرا آقا ہے۔ اور میں اس کا خادم ہوں لیکن یہ میری خدمت کے لئے اسطرح کمربستہ ہے کہ گویا میں ان کا آقا اور وہ میرے خادم ہیں۔

(اس واقعہ کو سناتے وقت حضرت اقدس کی شفقت کو یاد کر کے سیٹھی صاحب مرحوم زار زار روتے تھے۔ مصباح الدین احمد)

دوسرا واقعہ سیٹھی صاحب مرحوم نے مجھے یہ سنایا۔ کہ پھر کسی دوسرے موقعہ پر جب میں قادیان آیا۔ تو میرے ساتھ میرے بیوی بچے بھی تھے۔ مجھے مفتی فضل الرحمان صاحب کے مکان میں ٹھیرایا گیا۔ اسوقت کے لحاظ سے یہ مکان بھی آبادی سے باہر سمجھا جاتا تھا۔ جب رات کا بہت سا حصہ گذر گیا۔ تو دروازے پر زور سے دستک ہوئی۔ میں ڈر گیا کہ شاید کوئی چور اچکا آگیا ہے میں ڈرتے ڈرتے دروازے پر آیا۔ اور دیکھا کہ حضرت ایک ہاتھ میں لالٹین اور دوسرے ہاتھ میں ایک لوٹا اور ایک گلاس لے کر کھڑے ہیں۔ اور فرمایا کہ مینے خیال کیا کہ ہمارے ایک بھائی سفر سے آئے ہیں۔ ان کو جا کر دودھ پلا آؤں۔ چنانچہ حضور دودھ کا لوٹا اور گلاس دے کر واپس تشریف لے گئے۔

مولوی محمد الدین صاحب واصل باقی نویس کھاریاں کی روایت ہے کہ سنہ ۱۹ء کے قریب جب سخت قحط پڑا۔ تو میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ لنگرخانہ کے منتظم تھے چونکہ آٹا بہت گراں تھا ایک روز حضرت میر صاحب نے کفایت کا خیال کر کے بغیر چھنا ہی آٹا پکوا دیا۔ جب روٹیاں مہمانوں کے سامنے آئیں۔ تو حضرت اقدس جن کی محویت کا یہ عالم تھا کہ بسا اوقات حضور کو یہ بھی علم نہیں ہوتا تھا کہ کیا پکا ہے اور کیا کھایا ہے۔ روٹی دیکھتے ہی فورًا سرزنش کے طور پر فرمایا "مہمانوں کے لئے ان چھنا آٹا کیوں پکایا گیا ہے۔ خواہ کسی قیمت پر آٹا ملے اسے چھان کر پکایا جائے۔"

حافظ غلام رسول صاحب وزیرآبادی کی روایت ہے۔ کہ جب میں پہلی مرتبہ قادیان آیا اور یہ بشیر اول یا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ کی پیدائش کے چند دن بعد کا زمانہ تھا۔ حضور میرے لئے خود اپنے ہاتھ سے کھانا اٹھا کر مسجد میں لائے۔ مجھے یاد ہے کہ ساگ میں بٹیر پکے ہوئے تھے۔ حضور نے بٹیر کی بوٹیاں اٹھا اٹھا کر میرے سامنے رکھیں اور فرمایا کہ "یہ آپ کھائیے"۔

منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی کی روایت ہے۔ کہ کرنل الطاف علی خان حضور کے پاس آئے (کرنل الطاف علی خان صاحب کپورتھلہ کی افواج کے کرنل تھے۔ اور ر حکومت کپورتھلہ کی افواج کے کرنل تھے۔ اور حکومت کپورتھلہ میں ان کا بہت بڑا اثر اور اکرام تھا۔ مصباح الدین احمد) حضور بوریئے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے کہا کہ آپ تو زمین پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت نے فورًا اپنا عمامہ مبارک سر سے اتار کر بچھا دیا۔ اور فرمایا کہ آپ اس پر بیٹھ جائیں لیکن انھوں نے کہا کہ میں اتنا بے ایمان تو نہیں کہ اس صافہ پر بیٹھ جاؤں (وہ عیسائی تھے اور شراب کی عادت تھی) حضرت اقدس کے اس خلق کریم کو دیکھ کر تائب ہوا حضور نے انھیں نماز کی تلقین فرمائی۔

پیر سراج الحق صاحب نعمانی متعنا اللہ بطول حیاتہٖ نے بیان فرمایا کہ میں ایک دفعہ اپنی اہلیہ سمیت قادیان آیا۔ حضرت اقدس نے اپنے مکان کے اندر ہی ایک کوٹھری میں مجھے جگہ بخشی۔ اس کوٹھری اور حضرت اقدس کے کمرے کا صحن مشترکہ تھا۔ وہ کوٹھری اتنی چھوٹی تھی کہ اس میں ایک چارپائی آتی تھی۔ اور مینے چارپائی کے پائے اونچے کر کے دوسری چارپائی اس کے نیچے بچھا رکھی تھی۔ انھیں ایام میں میرے ہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ میری بیوی کو یہ مرض تھا کہ اس کو دودھ نہیں اترتا تھا۔ بچی کو دودھ پلانے کے لئے ایک بکری خرید کی گئی۔ اور وہ بچی اس بکری کا تھن منہ میں ڈال کر دودھ چوستی تھی اس بکری کے لئے ہر روز بیری کی شاخیں گھر میں آتیں۔ اور وہ پھڈھیں پڑی رہتیں۔ اور وہ جھاڑ اتنا ہو گیا کہ تمام صحن اس سے بھر گیا۔ اور حضرت اقدس کے ٹہلنے کے لئے بھی جگہ نہ رہی میں تقریبًا دس گیارہ ماہ تک وہاں رہا۔ بکری اور اس کے بچے کی دن رات کی ممیاہٹ۔ اس کا پیشاب اور اس کی مینگنیاں اور جھاڑ کا انبار یہ سب کچھ حضرت اقدس کے قریب تھا۔ لیکن اتنے لمبے عرصہ میں حضرت اقدس نے کبھی کسی ملال کا اظہار نہیں فرمایا۔ بلکہ ان ہی ایام میں حضرت اقدس نے میرے مکان کی تعمیر کے لئے شیخ عرفانی صاحب کی معرفت الحکم میں چندہ کی تحریک کی اور مکان تعمیر ہو گیا۔ ایک روز حضرت ام المومنین نے فرمایا کہ پیر صاحب چونکہ آپ بہت تنگ کوٹھری میں رہتے ہیں۔ اسلئے آپ کو تکلیف ہوتی ہوگی۔ اب چونکہ آپ کا مکان بن چکا ہے آپ اس میں تشریف لے جائیں۔ چنانچہ میں چلا گیا۔ اور تین روز تک میرے نقل مکان کے متعلق حضرت اقدسؑ کو علم نہ ہوا۔ آخر حضرت نے ام المومنین سے پوچھا کہ صاحبزادہ صاحب کہاں چلے گئے ہیں۔ نہ ان کی آواز آتی ہے۔ نہ ان کی بکری اور اس کے بچے کی۔ تو حضرت ام المومنین نے عرض کیا کہ حضور وہ تو اپنے نئے مکان میں چلے گئے۔ آپنے فرمایا فورًا ان کو بلواؤ۔ بلانے پر میں حاضر ہوا۔ فرمایا۔ صاحبزادہ صاحب اگر مکان تنگ ہو اور رہنے والے زیادہ ہوں تو وہ مکان بڑا بابرکت ہوتا ہے۔ ابھی ابھی آپکی بیوی کے ہاں ولادت ہوئی ہے۔ نیا مکان آپکے لئے اچھا نہیں۔ آپ فورًا ہمارے پاس ہی آجائیں۔ میں پھر اسی کوٹھری میں حضرت کے جوار میں آگیا۔

ایکدفعہ جب قادیان سے وطن کو واپس ہونے لگا۔ تو حضرت اقدس نے میری جو گٹھری تھی فورًا اپنے قبضہ میں کر لی۔ مینے ہر چند حضرت سے لینی چاہی۔ لیکن حضور نے نہ دی اور حضورؑ خود اٹھا کر میرے ساتھ ساتھ گئے اور یکے پر سوار کر کے وہ گٹھری اندر رکھوا دی۔

ملک غلام حسین صاحب جو کہ ابتدا میں لنگرخانہ کے کارکن ہوتے تھے ان کا بیان ہے کہ جب خواجہ کمال الدین یہاں آئے تو حضرت نے مجھے فرمایا کہ خواجہ صاحب کے لئے دو سیر دودھ خود دھوا کر لایا کریں۔ اور اندر سے کھانڈ لیکر ان کے پاس رکھدیں۔ قریبًا چھ ماہ تک میں ان کے لئے ایسا ہی کرتا رہا۔

ایک دفعہ حضور نے مجھے فرمایا کہ بعض دفعہ مہمانوں کو روٹی باندھنے میں تکلیف ہوتی ہے اور ہر ایک کے پاس رومال نہیں ہوتا۔ فرمایا جاکر ایک کورا تھان خرید لاؤ۔ حضور نے اس کے بائیس چوبیس رومال بنائے۔ جب کوئی مہمان جاتا۔ تو حضور مجھے ایک رومال دے دیتے۔ جب کبھی تھان ختم ہو جاتا۔ تو حضور ارشاد فرماتے اور نیا خرید لاؤ۔

جب مولوی محمد علی صاحب قادیان وکالت کے امتحان کی تیاری کے دوران میں آئے۔ تو حضرت نے مجھے فرمایا کہ دو سیر خالص دودھ ان کو دے دیا کریں۔ اور حضور نے دو سیر کھانڈ ایک ڈبے میں ڈال کر مجھے دی اور فرمایا کہ یہ بھی ان کے مکان پر پہنچا دیں۔

ایک دفعہ گرمیوں کا موسم تھا۔ باہر سے آموں کے دو تین ٹوکرے آئے۔ میں بھی حضور کے قریب تھا۔ حضور نے ایک لوٹے میں دودھ اور کھانڈ ڈالی اور مجھے دیا۔ اور چھ سات آم ایک پلیٹ میں رکھ کر خود اٹھا کر مولوی محمد علی صاحب کی مکان کی طرف چلے اور فرمایا میرے ساتھ چلو۔ جب وہاں پہنچے تو مولوی محمد علی صاحب اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ نے فرمایا مولوی صاحب بیٹھ جائیں۔ اور یہ آم کھائیں۔ یہ خدا تعالےٰ ہمیں دیتا ہے۔ ہم بھی آگے دیتے ہیں۔

جب مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ آئے۔ تو حضور نے مجھے فرمایا کہ ان کے لئے صبح کو کچھ پلاؤ پکا دیا کرو۔ اور نیز فرمایا یہ ٹھنڈے پانی کے بہت شائق ہیں۔ بڑی مسجد سے پانی لا کر دیا کرو۔ کئی ماہ تک حضرت کے ارشاد کے ماتحت جناب مولوی صاحب موصوف کے لئے پلاؤ تیار کرتا رہا۔ اور بڑی مسجد سے ٹھنڈا پانی لاتا رہا۔

* * *

ایک دوست کی روایت ہے (اسوقت جلدی میں مجھے اپنی نوٹ بک میں ان کا نام نہیں مل سکا لیکن ان کی روایت بخوبی صحیح طور پر یاد ہے۔ انشاء اللہ نام کبھی بعد میں شائع کر دوں گا۔ مصباح الدین احمد) کہ مغرب کے کھانے کے وقت کچھ دوست بیت الفکر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور کچھ مسجد میں۔ حضرت اقدس مسجد کے اندر کھڑکی کے پاس تشریف فرما تھے اس روز کھانا کھلانے کا انتظام حکیم فضل الدین صاحب مرحوم کے سپرد تھا۔ اور اندر کے کمرے یعنی بیت الفکر میں ایک غیر احمدی مولوی صاحب بھی کھانا کھا رہے تھے۔ لیکن عین کھانا کھانے کی حالت میں وہ حضرت صاحب کو گالیاں بھی دے رہے تھے۔ حکیم صاحب مرحوم نے کہا کہ مولوی صاحب پہلے کھانا ختم کر لیں۔ پھر گالیاں دے لینا۔ حضرت اقدس نے بھی حکیم صاحب کی یہ بات سن لی۔ اور فوراً بلایا اور فرمایا کہ حکیم صاحب آپ نے اس مہمان کو کیا کہا ہے؟ پاس ہی مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے عرض کیا کہ انھوں نے کوئی بری بات نہیں کہی۔ تو حضور نے فرمایا کہ مینے کب کہا ہے کہ انھوں نے کوئی بری بات کہی ہے۔ میں صرف ان کے منہ سے سننا چاہتا ہوں۔ کہ انھوں نے کیا کہا ہے۔ تو حکیم صاحب نے وہ الفاظ دہرائے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ دوستوں کو مہمانوں کے ساتھ ایسا نہ کرنا چاہیئے۔

* * *

چودھری حاکم علی صاحب کی روایت ہے کہ جب میں سلسلے میں داخل ہوا۔ تو حضرت کے عشق کی وجہ سے جلدی جلدی قادیان آتا۔ اس پر میرے رشتہ داروں نے میرے ایک بھائی کو یہاں بھیجا۔ تاکہ وہ حضرت اقدس سے عرض کرے کہ حضور مجھے نصیحت کریں کہ میں کچھ گھر کے کام کی طرف بھی کچھ توجہ دیا کروں۔ میرے وہ بھائی گھر سے آٹا لے کر آئے کیونکہ مشہور تھا کہ مرزا صاحب کی روٹی کے اندر جادو ہوتا ہے۔ میں ظہر کی نماز کے بعد مسجد مبارک سے نیچے اترا تو مینے اپنے بھائی کو کھڑے دیکھا۔ میں نے کہا کہ چلو تمھیں حضرت صاحب کی زیارت کرا دوں وہ میرے ساتھ ہو لیا۔ میں نے جا کر کنڈی کھٹکھٹائی حضور دروازے پر تشریف لائے فرمایا کیا بات ہے؟ عرض کیا حضور میرا بھائی آیا ہے۔ اسے حضور سے ملانا چاہتا ہوں **فرمایا** "اندر آ جاؤ"۔ جب ہم اندر داخل ہوئے۔ ایک چارپائی کھڑی تھی۔ حضور نے فوراً خود اس چارپائی کو اٹھا کر بچھا دیا اور فرمایا اس پر بیٹھ جائیں۔ میرے بھائی صاحب تو صرف اسی بات سے شکار ہو گئے اور عرض کیا حضور میری بیعت لے لیں۔

حضرت اقدس کے پاس ایک دفعہ حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور باغ خشک ہو رہا ہے اس کی کوئی فکر کی جائے۔ حضور نے **فرمایا**:۔

" اچھا ہوا۔ اگر خشک ہو گیا ہے۔ اس کی لکڑیاں کاٹو اور مہمانوں کے لئے کھانا تیار کرو۔ اسلام کا باغ خشک ہو رہا ہے میں اس باغ کو کو کیا کروں "

سعدی علیہ الرحمتہ کے اقوال میں پڑھا تھا

پختن دیگ نیک خواہاں را
بوستان پدر سوختہ بہ

سعدی صاحب نے تو صرف ایک اعلیٰ تخیل کی طرف اشارہ کیا ہے۔ لیکن حضرت کی زندگی میں تو اس کا عملی نمونہ نظر آ گیا۔

اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد و علی المسیح الموعود و بارک وسلم

مصباح الدین احمد

میرا نوٹ

مینے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرۃ و شمائل پر تین جلدیں شائع کی ہیں۔ ان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فلسفہ اخلاق پر بھی بحث کی ہے۔ ان میں سے پہلی جلد میں مینے **اکرام ضیف** کے عنوان کے نیچے کچھ واقعات دیئے ہیں۔

اکرام ضیف اخلاق فاضلہ میں سے ہے۔ اور سوسائٹی اور تمدن کے لئے بمنزلہ **روح** کے ہے لیکن انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کمال اخلاق کا بہت بڑا حصہ ہے۔ کامل طور پر یہ **خلق** ان میں پایا جاتا ہے اور پھر اکمل و اتم صورت میں صاحب خلق عظیم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں پایا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ حضور کا **بروز** اور مظہر ہیں اسلئے آپ میں **اکرام ضیف** کی شان پوری تجلی کے ساتھ نمایاں ہے۔ اور سچ پوچھو تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے ماتحت یہ ایمان کا ثمرہ ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرۃ پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔

میں تو کہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی **عملی** زندگی دنیا کے سامنے پیش کرو۔ وہ ہزار دلائل سے بڑھ کر موثر ہوگی۔ اس قسم کا **ایثار نفس** دوسروں کے لئے ہر قسم کی قربانی کیا معمولی آدمیوں کا خاصہ ہو سکتا ہے؟

اس کے بعد میں بتانا چاہتا ہوں کہ ممکن ہے کوئی معترض یہ کہے کہ شاید خاص آدمیوں کے ساتھ اس قسم کا سلوک روا رکھا جاتا ہو اول تو یہ کوئی اعتراض ہی نہیں ہر شخص خواص کے مرتبہ اور مقام کا لحاظ رکھتا ہے اور یہ **مسنون امر** بھی ہے مگر حضرت صاحب اس قسم کا سلوک اور اہتمام بعض خاص حالتوں کے لحاظ سے فرمایا کرتے تھے مثلاً ایک طالب علم ہے وہ دماغی محنت کرتا ہے۔ اس کے لئے دماغی تقویت کے لئے دودھ درکار ہے۔ اسلئے دودھ کا انتظام کر دیا۔ پھلوں وغیرہ کے متعلق حضور کا عام التزام یہ تھا کہ پھلوں کو قریباً سب دوستوں میں تقسیم کر دیتے۔ خواہ کتنا ہی تھوڑا آئے اور کبھی کبھی شہتوت بیدانہ وغیرہ تو دوستوں کے ساتھ ملکر باغ میں کھایا کرتے تھے۔

کھانے میں آپ کبھی کوئی خاص امتیاز نہیں کیا کرتے تھے۔ جب باہر مہمانوں کے ساتھ ملکر کھاتے تو ایک ہی قسم کا کھانا سب کے آگے ہوتا تھا۔ اور آپ بھی خاص امتیاز کو پسند نہ فرماتے۔ ہاں اگر اپنے ملک کے رواج کے موافق کوئی خاص کھانا ان کی عام غذا ہو تو اسکے لئے وہی تیار ہوتا تھا۔ مثلاً جب سیٹھ عبد الرحمن صاحب مدراسی رضی اللہ عنہ اور مکرمی سیٹھ اسمٰعیل آدم بمبئی سے آتے تو ان کے لئے چاول پکا کرتے تھے خواہ خشکہ کی صورت میں خواہ پلاؤ کی صورت میں۔ اسلئے وہ لوگ اسی کے کھانے کے عادی تھے۔ یا حیدر آباد سے کوئی آتا اسکے لئے چاول اور کھٹا سالن تیار ہوتا تھا۔

غرض حضرت کے **اکرام ضیف** کے خلق کی شان نہایت نمایاں ہے۔ زیادہ تصریحات دیکھنا چاہو تو سیرۃ و شمائل کی جلد اول پڑھو۔

(عرفانی)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ

حضرت حافظ معین الدین (عرف حافظ معنا) رضی اللہ عنہ

حضرت حافظ معین الدین صاحب کے حالات ایک مرتبہ پہلے بھی میں نے لکھنے چاہے تھے۔ مگر کسی وجہ سے میں ان کو مکمل نہ کر سکا۔ لیکن الحکم کے اس دور جدید میں اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم سے مجھے یقین ہے۔ کہ میں ان کے حالات پورے شائع کر سکونگا۔ و باللہ التوفیق۔ پرانے احباب میں سے اگر کوئی دوست حافظ صاحب کے متعلق کچھ حالات یاد رکھتے ہوں۔ تو وہ بھی لکھ کر بھیجدیں اس قسم کے کاموں کی تکمیل باہمی تعاون سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس کی توفیق دے۔ آمین۔ خاکسار عرفانی

حافظ صاحب قادیان ہی کے باشندے تھے۔ اور بدو شباب سے ہی ان کو حضرت مسیح موعودؑ کی معیت حاصل ہوئی۔ حافظ صاحب کے ایک بھائی نانک شاہ کو ہماری جماعت کے بہت سے لوگوں نے دیکھا ہے۔ جو ایک مجذوبانہ حالت میں قادیان میں رہا کرتے تھے۔ میں حافظ معین الدین صاحب کی زندگی کے واقعات کو لکھتے وقت صرف ان حالات کو لونگا جو کسی ایک یا دوسرے پہلو سے ہمارے لئے سبق آموز ہیں۔

حافظ معین الدین صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے خادموں کے ساتھ بہت ہی محبت اور خلوص تھا۔ اور باوجودیکہ وہ نابینا تھے۔ مگر پھر بھی ایسے دوستوں کے پاس اکثر موقعہ ملنے پر ضرور جایا کرتے تھے۔ کپورتھلہ کے دوستوں اور صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب وغیرہ سے بہت محبت تھی۔ خود میرے حال پر ان کو بڑی توجہ تھی۔ اور بعض اوقات دو دو گھنٹہ تک بیٹھے حضرت صاحب کی باتیں سنایا کرتے تھے

جب حافظ صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کی عزت ملی۔ اس وقت ان کی عمر بہت چھوٹی تھی۔ یعنی چودہ پندرہ برس کا سن تھا۔ حافظ صاحب نے بتایا کہ وہ نہایت سقیم حالت میں تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کو ایک مرتبہ اس حالت میں دیکھا۔ اور اپنے ساتھ بلا کر لیگئے اور کھانا کھلایا۔ اور پھر کہا۔ کہ حافظ تو میرے پاس رہا کر۔ حافظ صاحب کے لئے یہ دعوت بالکل غیر متوقع تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خاندان چونکہ نہایت ممتاز اور پر شوکت خاندان تھا۔ اور کسی کو ان کے سامنے کلام کرنے کی جرأت بھی نہ ہوتی تھی۔ حافظ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس مہربانی اور شفقت کو دیکھ کر حیران ہو گئے۔ اور بڑی شکر گذاری سے آپ کی خدمت میں رہنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ حافظ صاحب نے سمجھا۔ کہ شاید مجھے کوئی کام کرنا پڑے۔ اسی لئے کہا۔ کہ مرزا جی! (اس وقت ایسا ہی طریق خطاب تھا) مجھ سے کوئی کام تو ہو نہیں سکے گا۔ کیونکہ میں معذور ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ حافظ! کام تم نے کیا کرنا ہے۔ اکٹھے نماز پڑھ لیا کریں گے اور تو قرآن شریف یاد کیا کر۔ دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غرض یہ تھی۔ کہ باجماعت نماز کے لئے ایک انتظام ہو جائے اس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس جوش عبادت کا بھی پتہ لگتا ہے۔ جو باجماعت نماز کا آپ کے دل میں تھا۔ حضرت حافظ صاحب کو کھانے پینے اور پہننے کی ضروریات سے بیفکری ہوئی۔ اور حضرت کی صحبت پاک میں رہنے کی عزت ملی۔ حافظ صاحب گویا اصحاب الصفہ میں پہلے آدمی ہیں۔ اس کے قریب زمانہ ہی میں مرزا محمد اسماعیل بیگ صاحب جو قادیان میں اب ایک دکاندار اور تاجر کی حیثیت سے رہتے ہیں۔ حضرت صاحب کی خدمت میں داخل ہو گئے۔

حافظ صاحب بیان کرتے تھے۔ کہ حضرت صاحب کے لئے جب کھانا آتا تھا۔ تو آپ مجھ کو پہلے عطا فرماتے۔ اور بعض اور لوگوں کو بھی تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ اس طرح پر حافظ صاحب آپ کی صحبت میں رہتے اور کبھی حافظ صاحب امام ہو جاتے اور کبھی حضرت صاحب نماز پڑھاتے۔ حافظ معین الدین صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ جب مجھ کو امام بنانے کے لئے کہا جاتا۔ تو ہمیشہ ڈرتا اور جھجکتا۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ فرماتے حافظ! ڈرا نہ کر۔ اسلام ایسا مذہب ہے۔ کہ اس میں کوئی ذات پات اور چھوٹائی بڑائی نہیں۔ خدا تعالے کے نزدیک وہی لوگ بڑے ہوتے ہیں۔ جو اللہ والے ہوتے ہیں۔ اور سچے مومن ہوں غرض حافظ جی دن بدن حضرت صاحب سے مانوس ہوتے گئے۔ اور حضرت اقدس کی شفقت اور نوازش کی وجہ سے ان کے دل میں محبت اور جان نثاری بڑھنے لگی۔ یہانتک کہ جیسے جیسے ان کا علم اور شعور بڑھتا گیا۔ اور معرفت میں ترقی ہوتی گئی۔ یہ اپنے ایمان میں بھی ترقی کرتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ خدا تعالے کے خاص بندوں میں شامل ہو گئے۔ میں ان باتوں کا تذکرہ نہ کرونگا۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت سے تعلق رکھتی ہیں۔ بلکہ زیادہ تر ان امور کا ذکر کرونگا جو خود حافظ معین الدین صاحب کی زندگی وابستہ ہیں۔

صبر و قناعت

حافظ معین الدین صاحب بہت بڑے صابر اور زاہد انسان تھے۔ ان کی ضروریات زندگی بہت ہی مختصر تھیں۔ سوال کرنے سے ہمیشہ ان کو نفرت تھی۔ اپنی حالت اور ضرورت کا اظہار بہت ہی کم کرتے تھے۔ حضرت اقدس کی ابتدائی زندگی میں یہ سبق ان کو حضرت ہی کی زندگی اور اسوۂ حسنہ سے ملا۔ وہ دیکھتے تھے۔ کہ حضرت اقدس کسی طرح پر کم سے کم خرچ میں نہ صرف اپنا گذارہ کرتے ہیں۔ بلکہ دوسروں سے بھی سلوک کرتے ہیں۔ اس تعلیم نے حافظ صاحب میں جہاں ایک طرف قناعت اور صبر پیدا کر دیا تھا۔ دوسری طرف دوسروں سے سلوک اور خبر گیری کی عادت بھی بدرجہ کمال پیدا کر دی تھی۔ ان ایام عسیر میں حضرت مسیح موعودؑ نے حافظ صاحب کو اکثر فرمایا۔ حافظ! یہ تھوڑے دن ہیں۔ خدا تعالیٰ نے میرے ساتھ بڑے بڑے وعدے کئے ہیں۔ اور اسکی طرف سے بڑی بڑی برکتیں آئیں گی۔ حافظ صاحب کہا کرتے تھے۔ کہ ان باتوں کو سن کر میں کبھی تعجب نہیں کرتا تھا۔ البتہ یہ کہا کرتا تھا۔ کہ مرزا جی! جو فضل اور نعمت اب ملی ہوئی ہے۔ یہ کیا کم ہے؟ پھر جب بہت لوگ آجائیں گے تو میں کہاں رہوں گا۔ اس پر حضرت صاحب ہمیشہ ان کو تسلی دیتے۔ کہ حافظ! تو میرے پاس ہی رہیگا۔ غرض حافظ صاحب میں صبر اور قناعت بہت بڑی تھی۔ یہاں تک کہ جب وہ زمانہ آگیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالے کے الہام و وحی سے مشرف ہو کر دعویٰ کیا۔ اور لوگ کثرت سے آنے لگے تو حافظ صاحب پھر بھی اسی مقام پر رہے۔ جو ان کو پہلے سے حاصل تھا حضرت صاحب کی شفقت اور محبت زیادہ ہی تھی۔ اور روزانہ حافظ صاحب کو حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقعہ ملتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود ان کے زہد و قناعت کے متعلق بارہا فرمایا کہ میں نے دیکھا ہے۔ کہ بعض اوقات حافظ معین الدین نے توت کے پتوں پر گزارہ کر لیا ہے اور سوال نہیں کیا۔ اور ہمیشہ جب ان کا ذکر فرماتے۔ تو نہایت محبت سے کرتے۔

نماز باجماعت کی پابندی

نماز باجماعت کی عملی تعلیم بھی انہوں نے حضرت صاحب کی صحبت میں پائی۔ حضرت صاحب کی صحبت ہی اسی غرض سے ان کو نصیب ہوئی تھی۔ حافظ صاحب خود مؤذن تھے۔ حضرت صاحب کے زمانہ میں بھی مؤذن بالعموم تھے۔ اور اگر کوئی دوسرا آدمی اذان کہہ دیتا۔ تو ان کو ناگوار گذرتا گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو فرما دیا ہے۔ کہ اگر لوگوں کو اذان کہنے اور پہلی صف میں کھڑے ہونے کا ثواب معلوم ہوتا۔ تو اس پر قرعہ اندازی کرتے۔ حافظ جی کی معرفت اس بارہ میں عین الیقین کے درجہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ اول وقت نماز کی اذان کہتے۔ اور سب سے پہلی صف میں کھڑے ہوتے۔ اور حتی الوسع وہ اس مقام پر کھڑے ہوتے۔ کہ حضرت کے ساتھ ہی جگہ ہو۔ باوجودیکہ نابینا تھے۔ اور رہنے کے لئے بیچارے عموماً خانہ بدوش ہی رہتے۔ آج اس حجرے میں ہیں۔ تو کل کسی دوسرے حجرے میں۔ اور بعض اوقات مسجد سے واپس ہوتے۔ مگر بارش ہو۔ آندھی ہو۔ کڑاکا جاڑا ہو۔ تیز دھوپ ہو۔ وہ اول وقت پہنچتے۔ اور اذان کہتے۔ اور پہلی صف میں جگہ پاتے۔ نماز کی معرفت بھی نہایت عمدہ ہو گئی تھی۔ کہ ٹھیک وقت پر وہ مسجد کی طرف آجاتے۔ بلکہ ان کا وجود دوسروں کے لئے ایک خطارہ کرنے والی گھڑی تھا۔ مگر ان میں احتیاط یہانتک تھی۔ کہ جب جماعت بڑھ رہی تھی۔ اور گھڑیاں بھی آگئیں۔ تو آتے آتے دریافت کر لیا کرتے تھے۔ کتنے بجے ہیں؟ نماز کی باجماعت پابندی کے علاوہ نوافل اور تہجد بھی التزام سے پڑھتے تھے اور یہ نعمت بھی حضرت ہی کی صحبت میں انہیں ملی تھی۔

تبلیغ و اشاعت کا شوق

باوجودیکہ نابینا تھے اور علوم ظاہری

سے ان کو حصہ نہ ملا تھا۔ مگر حقیقت میں سچے علوم اور معرفت الٰہی کا خزانہ ان کے پاس تھا۔ تبلیغ کا بہت جوش ان کے دل میں تھا۔ پہلے انھوں نے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو تبلیغ کی اور مجھ کو معلوم ہے کہ قریباً ہر روز جا کر رات کو ان کو وعظ کیا کرتے تھے۔ پھر دوسرے لوگوں کو بھی جب موقع ملتا تھا۔ تو وعظ کیا کرتے تھے۔ لیکن ایک عجیب بات جس کا مجھ کو ہی علم ہے میں بیان کرتا ہوں اس سے ان کی جرأت اور تبلیغ کے لئے صادق جوش کا اندازہ ہو سکے گا۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ میں اپنے گھر میں عشا کی نماز کے بعد لیٹا ہوا تھا کہ میرے کان میں سورۃ ق کی تلاوت کی آواز آئی۔ اور آواز بھی حافظ معین الدین صاحب کی۔ میں حیران ہوا کہ یہ کیا بات ہے۔ آخر میں اندر سے نکل کر برآمدہ میں آ گیا۔ موسم سرما کے دن تھے۔ میرے مکان کے پاس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دائی کا گھر ہے۔ دائی کے دو بیٹے میاں حاکو میاں ناکو چونکہ مرزا نظام الدین صاحب اور مرزا امام الدین صاحب کے معتمد اور کارندے تھے۔ اور اس وجہ سے ان کو وہاں کے دوسرے باشندوں پر ایک قسم کی حکومت حاصل تھی۔ اور اسی وجہ سے ان میں ایک قسم کی سختی پیدا ہو گئی تھی۔ برآمدہ میں آنے پر مجھے معلوم ہوا کہ حافظ معین الدین ان کی ڈیوڑھی میں ان کو وعظ کر رہے ہیں۔ میں بھی اشتیاقاً وہاں چلا گیا۔ وہاں جانے پر میرے تعجب کی حد نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ ان کے گھر کے سب چھوٹے بڑے بیٹھے ہوئے ہیں اور حافظ صاحب کو نہایت ادب سے انھوں نے بٹھایا ہوا ہے اور حافظ صاحب نے خوب کھول کھول کر تبلیغ کی کہ انبیاء علیہم السلام کے منکروں کا کیا حال ہوتا ہے۔ بتاتے رہے۔ اور عذاب جہنم سے ڈرایا موت کا یقین دلایا۔ غرض وعظ ایسے انداز اور رنگ کا تھا کہ پتھر کا دل بھی نرم کرے ——

حافظ صاحب نے میرے جانے پر آنا تو پوچھا کہ شیخ صاحب ہیں؟ میرے جواب پر اچھا کہہ کر پھر وعظ فرماتے رہے جو جو غلطیاں وہ اپنے علم اور ایمان میں سننے والوں میں ایمانی اعتقادی یا عملی جانتے تھے ان سے منع کیا۔ جب وعظ ختم کر چکے تو اٹھ کر چلے اور میں بھی نکلا۔ میرے ساتھ ہی میرے مکان پر آئے اور مجھ کو کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو کوئی وعظ نہیں کرتا لوگ ان سے ڈرتے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ میں کیوں نہ کروں اگر چار گالیاں بھی دے لیں گے تو میرا کیا بگڑتا ہے۔ حق تو پہنچ جائے گا میرے ذمہ تو جواب نہ رہے گا کہ تو نے کیوں نہیں پہنچایا — ان کے سوا دو آدمی اور ہیں ان کو بھی وعظ کرنا ہے۔

میں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ کہا ایک میراں بخش حجام ہے وہ اپنے آپ کو تمام دنیا کا عقلمند سمجھتا ہے۔ اور چونکہ بڑے آدمیوں سے اس کا تعلق رہا ہے اور بظاہر نرم نرم تقلید کرتا ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ وہ اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھ کر اور کسی کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

اور ایک اور ہے۔ مگر وہ مرد نہیں۔ میرے ساتھ حافظ صاحب کو بڑا محبت تھی۔ میرے بہت اصرار پر بتایا کہ "تائی صاحبہ ہیں۔ ان کو بھی میں نے ضرور وعظ کرنا ہے ان کی طبیعت بھی سخت ہے۔ چونکہ ہمیشہ انھوں نے حکومت کی ہے۔ اس لئے وہ بھی کسی کی بات نہیں مانتے۔ میں اس ندامت اور شرمندگی کا اظہار نہیں کر سکتا جو حافظ صاحب کے اس جوش کو سن کر میرے دل میں پیدا ہوئی میں میاں حاکو ناکو کا دیر سے ہمسایہ تھا۔ اور وہ میری ہمیشہ عزت و تکریم کرتے اور میری باتوں کو سن بھی لیتے مگر حافظ صاحب والا جوش اور خیال مجھ کو ایک دن بھی پیدا نہ ہوا۔

میں نے کہا حقیقت میں حافظ جی آپ نے بہت ہی عمدہ انتخاب کیا ہے۔ ان لوگوں کو کوئی وعظ نہیں کر سکتا تھا۔ آپ نے خوب کھول کر سنایا۔ میں نے پوچھا کہ آپ یہاں آئے کیوں کر؟ تو کہا کہ میں نے آج ان کو کہا تھا کہ **ایک بہت ضروری** کام ہے۔ میں رات کو آؤں گا۔ اور آ گیا کہ سب کو اکٹھا کر کے کہا کہ ایک بات تم کو سنانی ہے تم سن لو۔ جب انھوں نے کہا کہ کیا بات ہے۔ تو میں نے وعظ شروع کر دیا۔ اور پھر سب خاموش ہو کر سنتے رہے

حافظ صاحب کے اس واقعہ سے جو میری آنکھوں نے دیکھا۔ مجھ کو یقین ہو گیا کہ اگر کوئی شخص **اخلاص اور للّٰہیت** سے خدا کا پیغام پہنچانے کے لئے عزم کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ضائع نہیں کرتا۔ اور جب **صداقت** انسان کے دل میں گھر کر لیتی ہے۔ تو دنیا کی کوئی **تکلیف** اور کوئی **ذلت** ذلت نہیں رہتی۔ یہی راز ہے جو انبیاء علیہم السلام کی دعوت و تبلیغ کے عمل میں پایا جاتا ہے۔ جب انسان خدا تعالیٰ کے لئے ہر قسم کی ذلت کے اختیار کرنے کو تیار ہو جاتا ہے تب ہی **حقیقی عزت** کا وارث ہوتا ہے۔ اور جب تک دنیا کی جھوٹی عزتوں کا احساس رہتا ہے۔ اور یہ ایک بھوت جو خود انسان کے اندر پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر اس سے پست ہمتی اور مایوسی کے بچے پیدا ہونے لگتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے **لا تحزنوا ولا تھنوا انتم الاعلون ان کنتم مومنین** کی تعلیم دی اور صاف صاف فرما دیا کہ مجھ سے ہی ڈرو اور کسی سے مت ڈرو۔ حقیقت میں جب خدا کا خوف انسان کے دل پر مستولی ہو جاتا ہے۔ تو وہ حکمت اور دانش کا چشمہ انسانی قلب میں پیدا کر دیتا ہے جو ہر وقت اس کو سیراب و شاداب رکھتا ہے۔ اور پھر دنیا کی تمام ہستیوں کے خوف اس کے اندر سے نکل جاتے ہیں اسوقت وہ جابر سے جابر بادشاہ کو بھی تبلیغ حق سے نہیں ڈرتا۔ اسلئے اس کو یقین ہوتا ہے کہ حکومت اور سلطنت اس کے آغوش دل پر موجود ہے۔

حافظ صاحب کی اس **عملی مثال** نے مجھے ہمیشہ شرمندہ کیا۔ اور آج ان سطور کو لکھتے ہوئے بھی ان کے **مطمئن قلب** کا ایک احساس پاتا ہوں۔ **حافظ صاحب کی یہ تبلیغ کیا رنگ لائی؟** میں نے دیکھا کہ اس کے بعد ان لوگوں کی حالت میں ایک تبدیلی پیدا ہوئی۔ اور اس گھر میں بعض عورت مرد احمدی ہیں اور حضرت تائی صاحبہ قبلہ بھی سلسلہ میں داخل ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام کو پورا کرنے والی ہوئیں۔ جو "تائی آئی" کے الفاظ میں ہوا تھا۔ اور اسوقت کسی کو سمجھ نہ آئی کہ تائی آئی سے کیا مطلب ہے۔

یہ ایک نشان نہیں بلکہ تین نشان ہیں۔ ایک تو حضرت خلیفہ ثانی کی خلافت کی پیشگوئی ہے۔ کیونکہ ان کے ہاتھ پر بیعت ہو تو حقیقی معنوں میں تائی صاحبہ ہیں۔ اگر حضرت خلیفہ اول کے ہاتھ پر بیعت ہوتی تو وہ تائی نہ تھیں۔ دوسرے یہ کہ حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ کی خلافت کے عہد تک تائی صاحبہ کا زندہ رہنا۔ تیسرے ان کا بیعت میں داخل ہونا۔

اور اب تو خدا کے فضل سے اس گھر میں کوئی شخص بھی غیر احمدی نہیں رہا۔ بہر حال حافظ صاحب نے بیعت کا پروگرام مجھے بتایا۔ شہر کے بعض دوسرے لوگوں کے گھروں میں اور جنگل وغیرہ جا کر بھی مختلف اوقات میں وعظ کیا کرتے تھے۔ مگر وہ ایک ایک گھر کو اس کام کے لئے منتخب کیا کرتے تھے۔ اور اسطرح پر تمام عمر تبلیغ کے لئے موقع کی تلاش میں رہتے۔ اور کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔

مالی قربانی

حضرت حافظ معین الدین رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں اس امر کا بڑا جوش تھا کہ کہ وہ سلسلہ کی خدمت کے لئے قربانی کریں۔ خود اپنی حالت تو ان کی یہ تھی کہ نہایت عسر کے ساتھ گذارہ کرتے تھے۔ بوجہ معذور ہونے کے کوئی کام بھی نہ کر سکتے تھے۔ حضرت اقدس کا ایک خادم قدیم سمجھ کر بعض لوگ محبت و اخلاص کے ساتھ کچھ سلوک ان سے کرتے تھے۔ لیکن حافظ صاحب کا ہمیشہ یہ اصول تھا کہ وہ اس روپیہ کو جو اس طرح ملتا۔ کبھی اپنی ذاتی ضرورت پر خرچ نہیں کرتے۔ بلکہ اس کو سلسلہ کی خدمت کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور پیش کر دیتے۔ اور کبھی کوئی تحریک سلسلہ کی ایسی نہ ہوتی جس میں وہ شریک نہ ہوتے خواہ ایک پیسہ ہی دیں۔ حافظ صاحب کی ذاتی ضروریات کو دیکھتے ہوئے ان کی یہ قربانی معمولی قربانی نہ ہوتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بارہا حافظ صاحب کی ان خدمتوں کا ذکر فرمایا ہے۔

یہی نہیں بلکہ وہ خود بھی بھوکے رہ کر بھی خدمت کیا کرتے تھے۔

تعمیل ارشاد کا جوش

متواتر فاقہ کشیوں کی وجہ سے ان کو قبض دائمی کی ایک شکایت پیدا ہو گئی تھی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کو دودھ پینے کی ہدایت فرمائی تھی۔ اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام حافظ صاحب کو دودھ کے لئے کچھ نقد دیا کرتے تھے۔

حافظ صاحب نے مجھ سے ذکر کیا کہ حضرت صاحب کو میرا بہت خیال رہتا ہے۔ اور یہ واقعہ بتایا کہ جب میں نے قبض کی شدید شکایت کی اور آپ نے دودھ تجویز فرمایا تو خود ہی کہا کہ حافظ صاحب ایک سیر دودھ روزانہ پیا کرو۔ حافظ صاحب کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ بہت اچھا۔ مگر میں سوچتا تھا کہ اس حکم کی تعمیل کس طرح کروں کہ حضرت نے خود ہی فرمایا کہ حافظ صاحب پیسے مجھ سے لے لیا کرو۔ اور کچھ نقد بھی دے دیا۔ اور ہمیشہ مجھ کو دیتے رہے۔

چنانچہ حافظ صاحب جب تک قادیان رہے اس کا برابر التزام رکھتے۔ اور خدا تعالیٰ سامان کر دیتا تھا۔ یہ دودھ صرف اسلئے پیتے تھے کہ حضرت صاحب نے حکم دیا تھا کہ ہر روز ایک سیر پیا کرو انھوں نے بارہا کہا کہ حضرت صاحب حکم نہ دیتے تو نہ پیتا۔

اور حضرت صاحب سے جو کچھ سنتے اس پر عمل کرنے کا جوش ان میں بہت پایا جاتا تھا۔

(باقی آئندہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں

میں الحکم کے پڑھنے والوں کو پھر اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کو جب پڑھیں تو انھیں خصوصیت سے اس امر کو مدنظر رکھنا چاہیئے کہ وہ غور کریں کہ ایک شخص عالم تنہائی میں جبکہ کوئی اسے نہیں دیکھتا اپنے مولا کے حضور اپنی تمناؤں اور آرزوؤں کو پیش کرتا ہے۔ ان تمناؤں میں دنیا یا اس کے مالوفات کا ذکر نہیں اس کی ساری امنگوں اور آرزوؤں کا مرکز خود حضرت باری عز اسمہ کی ذات ہے۔

یہ ایک دور ہے جو ابتدائی دور آپ کی زندگی کا ہے۔ اسی دور میں آپ حضرت باری کے ساتھ محبت و اخلاص اور عبودیت کے اعلیٰ مقام پر پہنچنے کی ایک تڑپ اور اضطراب اپنے قلب میں پاتے ہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے انتہائی محبت اور عشق پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن و احسان کو دیکھ کر۔ اس سے اسلام اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ایک خاص غیرت اور جوش آپ کے قلب میں پیدا ہوتا ہے یہ دور آپ کی ماموریت اور بعثت کے قریب زمانہ کا ہے۔ اسوقت آپ کی دعاؤں میں جیسا کہ میں وقتاً فوقتاً انشاء اللہ دکھاؤں گا ایک نئی شان پیدا ہوتی ہے۔ ان میں اسلام کی ترقی اور عظمت کے لئے ایک جوش پایا جاتا ہے۔ اور جب اسی عہد کی دعاؤں کو دیکھتے ہیں تو اس میں اسلام اور مسلمانوں کی موجودہ حالت پر اس قدر ہم و غم آپکے قلب پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر ساری دنیا کے اپنے مسلمانوں کے احساس اور غم کو ایک طرف رکھدیا جائے جو حالت اسلام پر نوحہ کرتے اور خود حضرت کا ایک طرف تو

آپ کا پلہ بھاری رہے گا۔

پھر ایک اور دور آتا ہے۔ آپ ایک مامور کی حیثیت سے دنیا میں نمودار ہوتے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کے فضل سے اس منصب جلیل پر مامور ہوتے ہیں جس کی بشارت تمام نبی دیتے آئے۔ اور جس کی منتظر تمام قومیں تھیں۔ اور جس کی آمد کو خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ظہور قرار دیا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ

تم سے جو کوئی اسے پاوے
میرا اسلام اسکو پہنچاوے

اس عہد میں آپ کی دعاؤں کا رنگ بالکل الگ ہے۔ ان کی شان نرالی ہے۔ ان میں پر شوکت تحدی ہے اور قوت و جلال نظر آتا ہے۔ اپنے دعاوی کی صداقت پر ایسی بصیرت حاصل ہے۔ اور ہونی ہی چاہیئے کہ وہ وحی الٰہی کی بنا پر ہے۔ اور خدا کا ہاتھ آپ کی پشت پر ہے۔ انسان ان دعاؤں کو دیکھ کر ایک وقت تو ٹھٹھرا جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر انصاف اور شرافت کو انسان جواب دیدے۔ تو وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر عہد کی فقط دعاؤں کو دیکھ کر یقین کر اٹھتا ہے کہ

لاریب یہ شخص اپنی دعاؤں میں صادق ہے

لیکن علم خشک اور کور باطنی انسان کو ایسی صداقت سے محروم کر دیتی ہے۔ خود حضرت نے بھی فرمایا ؎

گر علم خشک و کوری باطن نہ رہ زدے
ہر عالمے و فقیہے شدے ہمچو چاکرم

میں چاہتا ہوں کہ قارئین کرام ہمیشہ آپ کی دعاؤں کے سلسلہ میں ان باتوں کو مدنظر رکھیں۔

ایک بات اور بھی میں کہہ جانا چاہتا ہوں کہ ناظرین اسی نکتہ سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود ہی وہ وجود ہے جس نے دعاؤں کی قبولیت کو بتایا۔ اور دعا کی اہمیت اور اس کے اثرات کو عملی صورت میں اس زمانہ کے فلسفیوں اور منکروں کے سامنے پیش کیا۔ اور دعا ہی کو تمام مشکلات کی کلید ثابت کر دیا۔ یہاں تک ایک موقعہ پر فرمایا کہ انگریزی کے لئے چالیس تہجد کافی ہیں۔ مگر میں یہ کوشش نہیں کرتا کہ میرے دوستوں کو ثواب کا موقعہ حاصل رہے۔ غرض سب سے بڑا اور زبردست حربہ جو آپ کے ہاتھ میں تھا۔ وہ دعا ہی تھا۔

آپ کی طبیعت پر دعا کا رنگ اسقدر غالب تھا کہ معمولی سلسلہ کلام میں جو آپ کبھی نثر یا نظم کی صورت میں لکھتے تو جھٹ گریز کر کے دعا کی طرف چلے جاتے۔

ان اشارات کے بعد آپ کی ایک ابتدائی منظوم دعا کو پیش کرتا ہوں۔ قارئین کرام پڑھیں اور لطف اٹھائیں۔ (خاکسار عرفانی)

مناجات

اے خداوند خلق و عالمیاں
خلق عالم ز قدرتت حیراں
چہ مہیب است شان و شوکت تو
چہ عجیب است کار صنعت تو
گردش آسماں ز قدرتت مدام
کوہ ہارا بہ قدرتت استحکام
نام تو پاک و شان تو صمدی است
بادشاہی و سلطنت ابدی است
دلبرا سوئے خویش راہم دہ
در حریم قدس پناہم دہ
برہانم چناں ز خویشتنم
کہ نہ باشم خبر ز خود کہ منم
دل من از رشک دردناک کن
سر من خاک کوئے پاکاں کن
زاں نمط گم بعشق خویشم کن
کہ نماند زمن نہ شاخ نہ بن
شور مجنوں بریز در جانم
مست و مجذوب خود بگردانم
دلستانی و دلربائی کن
گم کن و باز رہ نمائی کن
جاں بشویم ز رنگ ہستی خویش
وارہانم ز خود پرستی خویش
آتش برفروز در دل من
کہ از و در تپش فتد ہمہ تن
ہر چہ غیر از تو زاں نفورم کن
غرق در لجہ ہائے نورم کن
از ہمہ ما و من خلاصم کن
مہبط فیض نور خاصم کن
وا ز دلم دور ہر بلندی کن
خاک در چشم خود پسندی کن
تخداوندیت کہ پردہ بپوش
بر ہانم ز ہر رعونت و جوش
آنچہ دانم و زانچہ بے خبرم
از ہمہ درگذر بلطف و کرم
اے خداوندا ے نگہبانم
رحم کن بر دو چشم گریانم
سوخت از درد ہجر سینۂ من
ریزہ ریزہ شدہ آبگینۂ من
جانم از غم بفضل خود برہاں
اے تو اہل تفضل و احساں
رحم فرما کہ زار و بیزارم
ناتوان و ضعیف چوں مورم
کرمکے ام نہ آدمی زادم
وا ز سگان تو بدتر افتادم
گاہ بستم بر و فتادہ ز درد
گاہ برخاستہ دلم چوں گرد
بے تو دیگر کسے نمے دارم
ایکہ کردی حوالتم کارم
میزنم دست و پا نیا بم راہ
زانچہ بر من رود تو ئی آگاہ

بزرگانِ ملّت کے مقالات و مکتوبات

میں پسند کرتا ہوں کہ کبھی کبھی بزرگانِ ملت حضرت نورالدین اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ اور حضرت مخدوم الملتہ مولانا مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ تعالٰے عنہ کے ملفوظات یا مکاتیب بھی درج کر دیا کروں۔ تاکہ ایک طرف نئے احباب کو ان بزرگوں کے کارناموں اور سیرۃ کا پتہ ملے۔ اور دوسری طرف ان کی یاد دلوں میں تازہ رہے حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ صافی تخلص فرماتے تھے۔ اسلئے جب ان کے کسی مکتوبات یا ملفوظات کا ذکر ہوگا تو وہ مکتوبات یا ملفوظات صافی کے ماتحت ہوگا۔ (عرفانی)

مکتوبات صافی

میر صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی چٹھی کے جواب میں حضرت اقدس نے سختہ ارادہ رسالہ لکھنے کا کیا ہے۔ پھر کیا ضرورت ہے کہ اس کی نقل ہو۔ اور درحقیقت دقت بھی ہے۔

سوسو والے آدمیوں کی فہرست میں نام ہے۔

اشتہار ان لوگوں کے نام بڑا مؤثر اور زبردست نکلا ہے۔ درحقیقت ان لوگوں کو خدا کا شکر کرنا چاہیئے کہ خداتعالٰے نے ان کو اپنے کاموں کی نصرت کے لئے انتخاب کیا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ کوئی آجکل یہاں ہو تو تحریکات کو دیکھ کر سارا گھر کا گھر دینے پر راضی ہو جائے۔ وہی سبب ہیں جن سے سرد مہری اور شحّ پیدا ہوتی ہے۔ صفات الٰہی یعنی امور اخرویہ پر کمزور ایمان اور عدم صحبت صادقاں ایک بڑا نقص جو ہمارے بہت سے دوستوں کی سیرۃ میں ہے یہ ہے کہ وہ حضرت غیرۃ اللہ اور نور حق کی ملاقات بہت کم کرتے ہیں۔ اور اپنی تراشی ہوئی تاویلوں پر تقلیل ارسال خطوط کے بارے میں قناعت کر بیٹھے ہیں۔ بہت سے ذی وسعت بھی ہیں اور اپنی اندرونی زینت میں اور گھر کے تعلقات کے احیار کبوقت بڑی فراخدلی سے کام لیتے ہیں۔ مگر ناسمجھی سے اس طرف کو ضروری نہیں سمجھتے۔ خداتعالٰے ان پر رحم کرے کہ وقت کے رُخ کو سمجھیں اور دین کو دنیا پر مقدم کریں۔ میرے دل میں سخت تڑپ اور رنج ہے۔ میں ہر دم سوچتا ہوں کہ کیا کروں۔ کونسا پیرایہ اختیار کروں کہ غافلوں کو یقین دلا سکوں کہ

یہاں مدتوں بیٹھنا ازبس ضروری ہے

اور وہ جو نوکر ہیں ایسا التزام کریں کہ زمانہ کے ہاتھ سے فرصتیں چھین چھین کر مجنونوں وار اس طرف دوڑے آئیں۔

میرے دوستو! بڑی دولت جسے حاصل کرنے کو ہم اس عالم میں بھیجے گئے ہیں۔ علوم صحیحہ اور عقائد صحیحہ ہیں میں اس لذت کو محسوس کرتا ہوں۔ اور خداوند علیم جانتا ہے کہ بسا اوقات تنہائی کی گھڑیوں میں فخر کرتا ہوں کہ خداوند تعالٰے نے مجھے اس پاک نعمت سے بہرہ مند فرمایا۔ میں اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ بہت تھوڑے ہیں جنہیں اس سماوی مائدہ سے کچھ بخشا گیا ہے۔ اسلئے کہ تھوڑے ہیں جو التزاماً یہاں بیٹھے ہیں۔ اور قلیل ہیں کہ جن کے پاؤں اس راہ میں گرد آلود ہوتے ہیں یہ قطعی بات ہے کہ بجز حضرت اقدس ع کی صحبت کے یہ دولت نہیں مل سکتی۔

جب میں یہ خیال کرتا ہوں کہ یہ زمانہ لامحالہ گذر ہی جائے گا۔ اور میں معاً سوچتا ہوں کہ صحابہ رض پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر کیا صدمہ پڑا۔ اور ایک نے چلا کر کہا کہ اب افسوس تو اس بات کا ہے کہ اب **وحی کا سلسلہ** منقطع ہوگیا اور آسمان کا تعلق زمین سے مسدود ہو گیا۔

غرض جب میں ان امور کی طرف غور کرتا ہوں۔ تو مجھے سخت رنج آتا ہے۔ کہ کیوں ہمارے دوست ان ایام کو غنیمت اور خدا کا فضل نہیں سمجھتے۔

میرے دوستو! کفران دو قسم کا ہے۔ کفران جلی اور کفران خفی۔

پہلی شق صاف ہے جو بدقسمت جہری منکروں کے حصہ میں آتی ہے۔ اور کفرانِ خفی یہ ہے کہ اس نعمت کا اعتراف کرکے۔ پھر اس کے اعتراف کے لوازم اور توابع کا عملاً اظہار نہ کیا جاوے

میں آہ مار کر کہتا ہوں۔ بہت ہیں جو اس بلا میں گرفتار ہیں۔ پھر سمجھتے نہیں۔ کہ خداتعالٰے کی اصل غرض اس سلسلہ عالیہ کی اقامت سے یہ ہے کہ اسیر **منعم علیہم** کا سا ایمان دلوں میں پیدا ہو جائے۔

یہ بات کیوں کر حاصل ہو سکے؟ جب تک مہاجرین اولین کا رنگ و روپ اختیار نہ کیا جائے۔ ان میں سے کسی نے بھی عذر کیا۔ کہ اس کے پاس خرچ نہیں۔ یا اس کی آمدنی قلیل ہے **محبت اور عشق کی لغات میں یہ پست الفاظ واقع ہی نہیں ہوتے۔**

یہ ان لوگوں کی عرفی اصطلاحیں ہیں جنہوں نے اپنے بہت سے عذرات کے ساتھ ان بیوتنا العورۃ ہی کہا۔

مسیح موعود آجائے اور وہی مسیح موعودؑ جس کا انتظار تھا۔ اللہ اللہ۔

مسیح موعود آجائے اور منتظر عشاق صبر سے اپنے بال بچوں اور زمینوں میں بیٹھے رہیں۔ ایک ذلیل عورت کا عاشق ہم نے کبھی نہیں سنا کہ کبھی صبر کرکے بیٹھا ہو۔ اور کسی روک نے اس کے آگے کبھی ہاتھ کیا ہو۔ کہ اب وقت نہیں تو اس کوچہ میں مت جا ـــــ تو مسیح موعود اور صدیوں کے مہدی کا عاشق کیونکر صبر سے بیٹھ سکتا ہے!

اے میرے عزیز بھائیو! خدا کے لئے تفکر کرو۔ میں سچ سچ کہتا ہوں غلطی میں مبتلا ہو۔ سخت خطا کرتے ہو۔ میں کب تک آپ کو یقین دلاتا رہوں گا۔ اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ

ایک میں ہی ہوں

جو اسطرح ملامت کرکے بعضوں سے سخت ملامت اور دشنام بھی سن لیتا ہوں۔ مگر

محبت اور نصح دم نہیں لینے دیتی

میری چٹھی جو الحکم میں چھپتی ہے۔ وہ خدا کے فضل سے لکھی گئی ہے۔ مگر بڑے بڑے غور کے قابل اسے مجمع میں ضرور سناؤ۔ شاید کسی کو لطف آجائے اور میرے حق میں دعا کرے۔ میں بعض ابتلاؤں میں مبتلا ہوں۔ اور کوئی ذریعہ شفاعت الی اللہ کا نہیں دیکھا بجز صادقین کی طرف سے ذب اور دفاع کرنے کے۔ میں اعتقاد کرتا ہوں کہ اس چٹھی میں الباطل (رافضیت) پر گردن زن حربہ چلایا گیا ہے۔ اور خداتعالٰے نے ارادہ فرمایا ہے کہ کسر صلیب کے ساتھ کسر رفض بھی ہو جائے۔

گرمی کی شدت ہے کہ الاماں۔ کئی دفعہ مجھے شبہ ہوتا ہے۔ کہ اب دل کی حرکت بند ہو جائے گی۔ موت کے قریب قریب پہنچ جاتا ہوں دعا کا محتاج ہوں۔ برادران و بزرگان را سلام برسانند۔

عاجز عبدالکریم از قادیان
یوم الجمعہ - ۲۹ر جون ۱۹۰۰ء

منشی تاجدین صاحب پڑھ کر میر حامد شاہ صاحب کو ارسال کردیں ⁂

الحکم کا مطالبہ

اگر آپ ابھی تک خریدار نہیں ہوئے تو ہو جائیے۔ اگر آپ نے ابھی تک کوئی خریدار نہیں دیا۔ تو اگلی اشاعت سے پہلے دے دیجئے

(مینجر)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظات

میں دیکھتا ہوں کہ باوجود مصائب پر مصائب آنے کے۔ اور ہر طرف خطرہ ہی خطرہ دکھائی دینے کے لوگ ابھی تک سنگدلی اور عجب ونخوت سے کام لے رہے ہیں۔ نادان کب تک اس بے فکری میں بسر کریں گے "تا وقتیکہ لوگ ضد نہیں چھوڑتے۔ اپنی بری کرتوتوں سے باز نہیں آتے۔ اور خدا تعالےٰ سے مصالحت نہیں کرتے یہ بلائیں اور مصیبتیں دور نہیں ہونے کی۔ مینے دیکھا ہے اور خوب غور کیا ہے کہ قحط کے دنوں میں لوگوں نے ذرا بھی قحط کی مصیبت کو محسوس نہیں کیا۔ شراب خانے اسی طرح آباد تھے۔ اور بدکاریوں اور بدمعاشیوں کے بازار برابر گرم تھے۔ ابتداء میں جب کبھی کوئی فتوی مکہ مدینہ کے نام کا آجایا کرتا تھا۔ تو لوگ ڈر جایا کرتے تھے۔ اور مسجدیں آباد ہو جایا کرتی تھیں۔ مگر اس وقت شوخی اور بے باکی حد سے بڑھ چلی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی فضل کرے۔

* * *

انسان بہت آرزوئیں اور تمنائیں رکھتا ہے۔ مگر غیب کی قضاو قدر کی کس کو خبر ہے۔ زندگی آرزوں کے موافق نہیں چلتی۔ تمناؤں کا سلسلہ اور ہے۔ اور قضاؤ قدر کا سلسلہ اور ہے۔ اور وہی سچا سلسلہ ہے خدا کے پاس انسان کے سوانح سچے ہیں۔ اسے کیا معلوم ہے کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ اسلئے دل کو جگا جگا کر غور کرنا چاہیئے۔

* * *

توحید کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ خدا تعالےٰ کی محبت میں اپنے نفس کے اغراض کو بھی درمیان سے اٹھا دے۔ اور اپنے وجود کو اس کی عظمت میں فنا کر دے۔

* * *

فرمایا:۔ لاہور کی جماعت کو ہماری طرف سے السلام علیکم کہدیں۔ اور اُن کو سمجھا دیں کہ یہ دن بہت ہی نازک ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے غضب سے سب کو ڈرنا چاہیئے اللہ تعالےٰ کسی کی پروا نہیں کرتا مگر اپنے صالح بندوں کی۔ آپس میں اخوت اور محبت پیدا کرو۔ اور درندگی اور اختلاف کو چھوڑ دو۔ ہر ایک قسم کے ہزل اور تمسخر سے مطلقاً کنارہ کش ہو جاؤ۔ کیونکہ تمسخر انسان کے دل کو صداقت سے دور کر کے کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عزت سے پیش آؤ۔ ہر ایک اپنے آرام پر اپنے بھائی کے آرام کو ترجیح دیوے۔ اللہ تعالےٰ سے سچی صلح پیدا کر لو۔ اور اس کی اطاعت میں واپس آجاؤ۔ اللہ تعالےٰ کا غضب زمین پر نازل ہو رہا ہے۔ اور اس سے بچنے والے وہی ہیں۔ جو کامل طور پر اپنے سارے گناہوں سے توبہ کر کے اس کے حضور میں آتے ہیں۔

تم یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ کے فرمان کی تعمیل میں اپنے تئیں لگاؤ گے۔ اور اس کے دین کی حمایت میں ساعی ہو جاؤ گے۔ تو خدا تمام رکاوٹوں کو دور کر دے گا۔ اور تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کسان عمدہ پودوں کی خاطر کھیت میں سے ناکارہ چیزوں کو اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔ اور اپنے کھیت کو خوشنما درختوں اور بارآور پودوں سے آراستہ کرتا اور اُن کی حفاظت کرتا۔ اور ہر ایک ضرر نقصان سے اُن کو بچاتا ہے۔ مگر وہ درخت اور پودے جو پھل نہ لاویں۔ اور گلنے اور خشک ہونے لگ جاویں۔ تو اُن کی مالک پرواہ نہیں کرتا۔ کوئی مویشی اگر ان کو کھا جاوے یا کوئی لکڑہارا ان کو کاٹ کر تنور میں پھینک دیوے سو ایسا ہی تم بھی یاد رکھو۔ اگر تم اللہ تعالےٰ کے حضور میں صادق ٹھہرو گے تو کسی کی مخالفت تمہیں تکلیف نہ دے گی۔ پر اگر تم اپنی حالتوں کو درست نہ کرو۔ اور اللہ تعالےٰ سے فرمانبرداری کا سچا عہد نہ باندھو۔ تو پھر اللہ تعالےٰ کو کسی کی پروا نہیں۔ ہزاروں بھیڑیں اور بکریاں روزانہ ذبح ہوتی ہیں۔ پر اُن پر کوئی رحم نہیں کرتا۔ اور اگر ایک آدمی مارا جاوے تو اتنی بازپرس ہوتی ہے۔ سو اگر تم اپنے آپ کو درندوں کی مانند بے کار اور لاپرواہ بناؤ گے تو تمھارا بھی ایسا ہی حال ہوگا۔ چاہیئے کہ تم خدا کے عزیزوں میں شامل ہو جاؤ۔ تاکہ کسی وبا کو یا آفت کو تم پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ ہو سکے۔

کیونکہ کوئی بات اللہ تعالےٰ کی اجازت کے بغیر زمین پر نہیں ہو سکتی + ہر ایک آپس کے جھگڑے اور جوش عداوت کو درمیان میں سے اٹھا دو۔ اور اب وہ وقت ہے کہ تم ادنےٰ باتوں سے اعراض کر کے اہم اور عظیم الشان کاموں میں مصروف ہو جاؤ۔ لوگ تمہاری مخالفت کریں گے۔ اور انجمن کے ممبر تم پر ناراض ہونگے۔ پر تم ان کو نرمی سے سمجھاؤ۔ اور جوش کو ہرگز کام میں نہ لاؤ۔ یہ میری وصیت ہے۔ اور اس بات کو وصیت کے طور پر یاد رکھو۔ کہ ہرگز تندی اور سختی سے کام نہ لینا۔ بلکہ نرمی اور آہستگی اور خلق سے ہر ایک کو سمجھاؤ۔ اور انجمن کے ممبروں کے ذہن نشیں کراؤ۔ کہ ایڈریس فی الحقیقت دین کو ایک نقصان دینے والا امر ہے۔ اور اسی واسطے ہمنے اس کی مخالفت کی کہ دین کو صدمہ پہنچتا ہے"

یکم اگست ۱۸۹۸ء

کل گذشتہ منشی تاج الدین مع اہل بیت اور مفتی محمد صادق۔ و منشی غلام حسین صاحب لونگوی۔ و میاں محمد حیات لاہور سے تشریف لاتے ہوئے ہیں۔ صبح کی نماز کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ "مینے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک داڑھ کا حصہ جو بوسیدہ ہوگئی ہے اُس کو مینے منہ سے نکالا۔ اور وہ بہت صاف تھا۔ اور اسے ہاتھ میں رکھا" پھر فرمایا کہ:۔

"خواب میں اگر دانت ہاتھ سے گرایا جاوے تو منذر ہوتا ہے ورنہ مبشر" ازاں بعد محمد صادق نے اپنے دو خواب سنائے جن میں سے ایک میں نور کے کپڑوں کا ملنا۔ اور دوسرے میں حضرت اقدس کے دیئے ہوئے مضمون کو خوشخط نقل کرنا تھا۔ جس کی تعبیر حضرت اقدس نے کامیابی مقاصد بیان فرمائی

اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا:۔ کہ تائیدات الٰہیہ ایک تو بین اور نمایاں طور پر ظہور پذیر ہوتی ہیں اور عام لوگ اُن کو دیکھ سکتے ہیں۔ مگر بعض مخفی تائیدات ایسی ہوتی ہیں۔ جن کے لئے میری سمجھ میں کوئی قاعدہ نہیں آتا۔ کہ عوام الناس کو کیونکر دکھا سکوں۔ مثلاً یہی عربی تصنیف ہے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ عربی ادب میں مجھے کہاں تک دسترس ہے۔ لیکن جب میں تصنیف کا سلسلہ شروع کرتا ہوں تو یکے بعد دیگرے اپنے اپنے محل اور موقع پر موزوں طور پر آنے والے الفاظ القا ہو جاتے ہیں۔ اب کوئی بتلائے کہ ہم کیونکر تائید الٰہی کو دکھا سکیں کہ وہ کیونکر سینہ پر الفاظ نازل کرتا ہے — اور دیکھو اس ایام الصلح میں اکثر مضامین ایسے آئے ہیں جن کا میری پہلی تصنیفات میں نام تک نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اس سے پہلے وہ کبھی ذہن میں نہ گذرے تھے۔ لیکن اب وہ ایسے طور پر آکر قلب پر نازل ہوئے کہ سمجھ میں نہیں آسکتا۔ جب تک خود تائید الٰہی کے شامل حال ہو کر اس کو اس قابل نہ بنا دیوے اور یہ خدا تعالےٰ کا فضل ہے۔ جو وہ ایسے بندوں پر کرتا ہے۔ جن سے کوئی کام لینا ہوتا ہے"

"یہ بھی ایک سچی بات ہے کہ تصنیفات کے لئے جب تک صحت اور فراغت نہ ہو۔ یہ کام نہیں ہو سکتا یہ خدا تعالےٰ کا فضل اُن لوگوں ہی کو ملتا ہے۔ جن سے وہ کام لینا چاہتا ہے۔ پھر اُن کو یہ سب سامان جو تصنیف کے لئے ضروری ہوتے ہیں یکجا جمع کر دیتا ہے"

جناب مولانا مولوی نورالدین صاحب سلمہ ربہ کے دشمنوں کی طبیعت ۳۱ر جولائی ۱۸۹۸ء سے بعارضہ درد شکم بیمار تھی۔ حضرت اقدس نے آدمی بھیج کر خبر منگوائی۔ اور افاقہ کی خبر سن کر الحمد للہ فرمایا۔ اور فرمایا کہ "مولوی صاحب کا سن اب اختلاط کا ہے۔ اس لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ گویا پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہیئے۔ زندگی اور موت تو اللہ تعالےٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ لیکن انسان کو یہ بھی مناسب نہیں کہ وہ اس بات کی رعایت نہ رکھے"

پھر فرمایا کہ "دراصل اختلاط کا زمانہ ۳۰ سال کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔ افراط اور تفریط اس سن میں اچھی نہیں ہوتی۔ جیسے بعض آدمی دیکھے ہیں کہ گنا ہی آگے دیتے اور باقی بھی اندازہ اور وزن کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں۔ اور بعض یہاں تک بڑھ جاتے ہیں۔ کہ اُن کو کسی قسم کا اندازہ ہی نہیں رہتا۔ یہ دونوں باتیں ٹھیک ہیں جیسا

میں نے کہا کہ زمانہ شباب تیس ہی سال تک ہے۔ اور یہ بھی اس صورت میں کہ قوائے مضبوط اور تندرست ہوں۔ ورنہ بعض تو اوائل ہی میں تشبہ بالشیوخ رکھتے ہیں"

اب دس منٹ ۶ بجنے میں تھے ہم مدرسہ کو چلے گئے حضرت اقدس بھی چند منٹ بعد تشریف لے گئے۔

دس بجے کے قریب شیخ علی احمد صاحب وکیل گورداسپور مع منشی حسین بخش اپیل نویس بٹالہ تشریف لائے۔ کوئی سوا دس کے قریب حضرت اقدس ان معزز مہمانوں سے ملاقات کے لئے باہر تشریف لائے اور کوئی ساڑھے دس بجے قریب مدرسہ دکھانے کے لئے تشریف لے آئے۔ خود جناب ممدوح نے کوائف و اغراض مدرسہ سے شیخ صاحب کو اطلاع دی اور **فرمایا** کہ خدا تعالےٰ کا فضل ہے کہ ہماری جماعت میں ہر ایک قسم کے لوگ۔ ڈاکٹر، وکیل، تاجر۔ گریجوایٹ وغیرہ شامل ہیں۔ مدرسہ میں دینیات تعلیم کی تکمیل کے لئے ایک فاضل مولوی تجویز کیا ہے۔ اس پر شیخ صاحب نے فرمایا کہ "جناب کو تو بہت آسان ہے۔ کیونکہ ہر ایک قسم کے لوگ بفضلہ تعالےٰ موجود ہیں" اور شیخ علی احمد صاحب نے پانچ روپے نقد اسی وقت بطور انعام کے پیش کئے۔ اور انعام اس طالب علم کو ملے جو دینیات میں سب سے اول رہے۔

ایڈیٹر الحکم نے بغرض اندراج الحکم دریافت کیا۔ تو حضور نے **فرمایا** کہ یہ صاحب (ایڈیٹر الحکم کی طرف اشارہ تھا) الحکم نام اخبار بھی یہاں سے شائع کرتے ہیں۔ شیخ علی احمد صاحب نے اس پر فرمایا کہ "جناب آپ کی تو دنیا ہی نئی ہے"

پھر حضرت اقدس ان کو مطبع کی طرف لے گئے جہاں مطبع کے متعلق حالات بتلاتے رہے۔ اور مسیح علیہ السلام کی قبر کشمیر کا ذکر آیا۔ جناب مولوی نور الدین صاحب نے اس کے متعلق ایک خط سنایا۔ پھر کھانا کھانے تشریف لے گئے ازاں بعد ظہر و عصر مغرب اور عشا کی نمازوں کے بعد آج کا دن مع الخیر ختم ہوا۔

دارالامان میں ۲۳؍ اگست سنہ ۱۸۹۸ء کی شام

بعد مغرب حسب معمول حضرت اقدس مسجد ہی میں تشریف فرما تھے۔ حضور نے پوچھا کہ "یہ موجودہ فلسفہ اکثر طبیعتوں میں بے دینی کیوں پیدا کر دیتا ہے؟" ماسٹر غلام محمد صاحب سیالکوٹی نے کہا کہ درحقیقت جو طبیعتیں پہلے ہی بے دینی کی طرف مائل ہوتی ہیں وہ ہی اس سے اثر پذیر ہوتی ہیں۔ ورنہ اکثر بڑے بڑے فلاسفر مزاج پادری اپنے مذہب میں پکے ہوتے ہیں"

اس پر جناب مولوی نور الدین صاحب نے فرمایا کہ آج درس قرآن کریم میں یہ سوال ہوا تھا کہ قرآن میں کہیں تو بے دین لوگوں کے دین کو لہو و لعب سمجھنے کا ذکر ہے اور کہیں لعب کو لہو پر مقدم کیا ہے۔ میں نے یہی بتلایا تھا کہ "دو ہی گروہ دنیا میں ہیں۔ ایک تو وہ جو دین کو بالکل بے حقیقت سمجھتے ہیں۔ ان کا انجام یہ ہوتا ہے کہ آخر وہ دینی باتوں کو کھیل سمجھنے لگتے ہیں۔ اور ایک وہ ہے جو سوسائٹی کے خیال سے کھیل اور تفریح کے طور پر دین کو سمجھتے ہیں۔ وہ آخر میں اسے بالکل بے حقیقت سمجھنے لگتے ہیں۔

حضرت اقدس نے **فرمایا** کہ ان باتوں پر غور کرنے کے بعد افسوس کے ساتھ ذہن دوسری طرف منتقل ہو جاتا ہے کہ ایک طرف تو یہ پادری لوگ کالجوں اور سکولوں میں فلسفہ اور منطق پڑھاتے ہیں۔ اور دوسری طرف مسیح کو ابن اللہ اور اللہ مانتے ہیں۔ اور تثلیث وغیرہ عقائد کے قائل ہیں۔ جو سمجھ ہی میں نہیں آتا۔ کہ کیونکر اس فلسفہ سے مطابق کرتے ہیں۔ انگریزی منطق کی بنا تو منطق استقرائی ہی پر ہے پھر یہ کونسا استقراء ہے کہ یسوع ابن اللہ ہے۔ کونسی شکل پیدا کرتے ہونگے۔ یہی ہوگا کہ مثلاً اس قسم کے خواص جن لوگوں کے اندر ہوں وہ خدا یا خدا کے بیٹے ہوتے ہیں۔ اور مسیح میں یہ خواص تھے پس وہ بھی خدا یا خدا کا بیٹا تھا۔ اس سے تو کثرت لازم آتی ہے۔ جو محال مطلق ہے۔ میں تو جب اس پر غور کرتا ہوں۔ حیرت بڑھتی ہی جاتی ہے نہیں معلوم یہ لوگ کیوں نہیں سوچتے۔

اسلام کے پاک اصول ایسے نہیں ہیں کہ فلسفہ یا استقراء کی محک پر بھی کامل العیار ثابت نہ ہوں۔ بلکہ میں نے بارہا غور کیا ہے کہ قرآن کریم کی نسبت جو آیا ہے فی کتاب مکنون ۵ س ۲۷۔ یہ کتاب مکنون زمین اور آسمان کی چھپی ہوئی کتاب ہے۔ جس کے پڑھنے پر ہر شخص قادر نہیں ہو سکتا۔ اور قرآن کریم اسی کتاب کا آئینہ ہے۔ اور قرآن نے وہی خدا دکھایا ہے جس پر آسمان و زمین شہادت دیتے ہیں۔ مگر یہ انیس سو برس کا تراشا ہوا جعلی مردہ خدا کس سند اور شہادتوں پر خدا بنایا گیا۔ پس یہ اسلام ہی کی خوبی اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی فخر ہے کہ وہ ایسا دین لے کر آئے کہ جو ہمیشہ سے ہے اور جس کی تعلیم زمین اور آسمان کے اوراق میں بھی واضح طور پر موجود ہے"

دارالامان میں ۲۵؍ اگست سنہ ۱۸۹۸ء کی صبح

آج رات کے آخری حصہ میں بہت خفیف سا تقاطر شروع ہوگیا اسلئے نماز فجر معمولی وقت سے کسی قدر دیر سے ہوئی بعد نماز فجر حضرت اقدس (جیسا کہ حضور کا دستور ہے کہ گاہے گاہے بیٹھ جایا کرتے ہیں) بیٹھ گئے۔ باہر سے آئے ہوئے احباب میں سے سیالکوٹ کے چند احباب مثلاً ماسٹر غلام محمد صاحب و ماسٹر قائم الدین بی۔ اے۔ و حکیم حسام الدین صاحب اور ایسا ہی کلانور سے جناب مرزا نیاز بیگ صاحب سابق ضلعدار نہر و مرزا ارسول بیگ صاحب خلف مرزا صاحب موصوف اور امرتسر سے میاں حبیون بٹ۔ لاہور سے محمد علی ایم اے اور مرزا ایوب بیگ ٹیچر چیفس کالج۔ میاں شیر علی۔ اور علی گڑھ کالج سے میاں شیر محمد خان سٹوڈنٹ بی اے کلاس اور احباب مع مقامی بزرگوں کے جمع تھے۔

فارسی زبان کی تصنیفات پر سلسلہ گفتگو چلتے چلتے مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے فرمایا کہ:۔ "ایرانیوں نے آجکل اپنی توجہ تصنیفات کی طرف بہت مبذول کی ہے۔ اور اس کثرت سے عربی الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ بجز روابط کے فارسی زبان کو کم دخل دیتے ہیں۔ اور باب مفاعلہ۔ انفعال وغیرہ کو اس قدر کثرت سے استعمال کرتے ہیں کہ عقل حیران ہوتی ہے"

اس پر حضرت اقدس نے **فرمایا** کہ:۔ "فہمیدن وغیرہ قدیم زمانے میں استعمال کرتے تھے آج کل بہت کم استعمال رہ گیا" مولانا عبدالکریم صاحب نے جن کو فارسی زبان سے بہت بڑی دلچسپی رہی ہے اور جو اس زبان پر مادری زبان کی طرح حکمران ہیں فرمایا کہ "جناب آجکل تو مفاہمہ۔ تفہیم وغیرہ سے بولتے ہیں"

اس کے بعد اسی سلسلہ میں حضرت نے **فرمایا** کہ "عربی زبان بہت وسیع ہے اور ہر ایک قسم کی اصطلاحیں اس میں موجود ہیں۔ اور تصنیفات اس قدر کثرت سے ہوئی ہیں کہ جن کا علم بجز خدا کے اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔ صرف حدیث ہی کو دیکھو کہ کوئی کامل طور پر دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس نے علم حدیث کی کل کتابوں کو دیکھا ہو"

پھر مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے علےٰ سبیل الذکر فرمایا کہ "حال ہی میں مولوی صاحب (جناب مولوی نور الدین صاحب سلمہٗ ربہ مراد ہیں) کے پاس مصر کے کتب خانہ خدیویہ کی ایک فہرست سات جلدوں میں آئی ہے۔ وہ فہرست ایسے طور پر مرتب کی گئی ہے کہ اس کو پڑھ کر بھی ایک مزا آتا ہے۔ ایسے ڈھنگ پر کتابوں کے نمبر دیئے ہیں کہ ایک بالکل اجنبی بھی اگر لائبریری میں چلا جاوے تو وہ بلا تکلیف عین کتاب پر ہاتھ ڈالے گا۔ بشرطیکہ اس نے فہرست کو ایک بار دیکھا ہو"

اس پر حضرت اقدس نے پوچھا کہ "وہ کتابیں باہر جا سکتی ہیں؟"

مولوی صاحب موصوف نے فرمایا "ہاں وہ لائبریری ایسی نہیں۔ کتابیں نقل ہو سکتی ہیں" وغیرہ وغیرہ۔

اس پر جناب امام ہمام علیہ الصلوات والسلام نے **فرمایا** کہ خدا تعالےٰ نے اسلام کی کس قدر تائید کی ہے۔ اگر کوئی نادان اسلام کی اس تائید الٰہی کا انکار کرتا ہے تو اوسے ماننا پڑے گا کہ کبھی بھی دنیا میں خدا نے کسی کی تائید نہیں کی۔ زبان کا اس قدر وسیع ہونا اور پھر اس میں اس قدر کثرت سے تصنیفات کا ہونا بھی اسلام کی تائید ہے۔ کیونکہ قرآن شریف ہی کی تائید ہوتی ہے کوئی اہل لغت جب کسی لفظ کے معنے لکھتا ہے تو اگر وہ لفظ قرآن کریم میں آیا ہے ساتھ ہی اس نے وہ آیت بھی ضرور ہی لکھ دی ہے"

* * *

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا محکمۂ ڈاک

اگرچہ میرے طبی مشیر مجھے منع کرتے ہیں کہ میں کوئی دماغی کام نہ کروں۔ مگر میرے لئے یہ موت کے مترادف ہے اسلئے مجبور ہوں۔ دماغ میں جب علمی لہریں اٹھتی ہیں۔ تو بیخود ہو جاتا ہوں۔

آج میں دوستوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محکمۂ ڈاک کی تاریخ سنانی چاہتا ہوں جس سے انھیں معلوم ہوگا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے خدام کے خطوط کے جواب کا کسقدر التزام رہتا تھا

اوائل میں جب آپ کا کوئی دعوےٰ نہ تھا۔ اور براہین کی تالیف میں مصروف تھے۔ اُسوقت آپ کا معمول یہ تھا کہ جو خطوط آتے اُن کا جواب آپ خود لکھتے۔ لکھنے کے لئے دیسی قلم اور سیاہی استعمال فرماتے۔ اور باریک فرنچ پیپر پر خطوط کا جواب دیتے تھے۔ یہ خطوط بعض اوقات بجائے خود ایک مستقل تالیف بن جاتے تھے۔ جن میں روحانیات اور تصوف کے نہایت باریک در باریک امور پر بحث ہوتی تھی۔ ایک عرصہ تک یہی انتظام رہا۔ پھر منشی عبداللہ سنوری اور صاحبزادہ سراج الحق صاحب نعمانی حاضر ہونے لگے۔ تو ان سے بعض خطوط کا جواب لکھوا دیا کرتے۔ رفتہ رفتہ جب سلسلہ وسیع ہوا۔ اور خدا تعالےٰ کے اذن اور الہام سے آپ نے اپنے دعوے کا اعلان کر دیا۔ اور خطوط بھی کثرت سے آنے لگے۔ تب بھی اکثر خطوط کا جواب خصوصاً اپنے مخلص خدام کے خطوط کا جواب اپنے ہی قلم سے لکھا کرتے تھے۔ بلکہ بعض دوستوں کے ساتھ تو آپ کا یہ تعلق تھا کہ آپنے اپنی زندگی کے آخری ایام تک یا ان میں سے بعض کی زندگی کے آخری ایام تک اس التزام کو نبھایا کہ ان کے خطوط کا جواب خواہ ایک ہی سطر ہو اپنے ہی ہاتھ سے دیا کرتے

بعض دوستوں کے متعلق نہ صرف محبت اور اخلاص کی بنا پر بلکہ احتیاط کو مدنظر رکھتے ہوئے جب انکے نام کوئی کتاب یا رسالہ یا اشتہار بھیجتے۔ تو اپنے ہاتھ سے پیکٹ بناتے۔ اور اپنے ہاتھ سے پتہ لکھتے۔ اور ٹکٹ لگاتے۔ اور رجسٹری کرا کر روانہ کرتے۔

یہ ایک مستقل مضمون ہے۔ جو کسی قدر تفصیل سے لکھا جانے والا ہے۔ اسے میں صرف ایک تمہیدی نوٹ کے طور پر لکھ رہا ہوں۔

غرض جب دعوے کی عام اشاعت ہوئی۔ اور خطوط کی کثرت ہو گئی۔ آپ کی مصروفیتا کی حدود سے ڈاک کا کام نکلنے لگا۔ تو حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب۔ حکیم فضل الدین صاحب۔ اور کبھی کبھار میرزا خدابخش صاحب اس کام میں حصہ لیا کرتے تھے۔

جب حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے قادیان آ گئے۔ تو مستقلاً یہ کام ان کے سپرد ہو گیا۔ اور ان کی اعانت کے لئے پیر افتخار احمد صاحب مقرر ہوئے۔

بیعت یا درخواست ہائے دعاء یا دوسرے عام خطوط کا جواب ایک خاص ہدایت کے ماتحت لکھدیا کرتے تھے۔ اور دوسرے بعض اہم اور خاص خطوط کا جواب حضرت مخدوم الملۃ مولانا عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ لکھا کرتے تھے۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کے زمانے کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ تھی جو ان کے ساتھ ختم ہو گئی کہ وہ ہر ہفتے ہفتے کے تمام واقعات پر مشتمل ایک سرکلر لکھا کرتے تھے۔ جس میں تازہ الہامات۔ اور بعض تقریروں کے اہم اقتباسات اور ایسے امور درج ہوتے تھے۔ جو ایمان اور بصیرت کو بڑھایا کرتے تھے۔

یہ خطوط کبھی لاہور حضرت منشی تاجدین صاحب رضی اللہ عنہ کے نام پر ہوتے اور انھیں ہدایت ہوتی کہ پڑھ کر اور دوستوں کو سنا کر سیالکوٹ بھیجدیں۔ یا کبھی حضرت میر حامد شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کے نام ہوتے۔ اور اسی طرح انھیں ہدایت دیجاتی۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خطوط نویسی کے اہم راز کو معلوم کر لیا تھا۔ جو ان کی ایمانی بصیرت اور معرفت پر دلالت کرتی ہے۔ اور وہ یہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے براہ راست تعلقات بڑھانے کا یہی ایک ذریعہ ہے۔ اسلئے اُنھوں نے جماعت کے قلوب میں یہ حقیقت پیدا کر دی تھی۔ کہ لوگ کثرت سے خطوط لکھیں۔ اور بار بار لکھیں۔

چونکہ دعاء کے خطوط اکثر آتے تھے۔ اسلئے حضرت مرحوم دعا کرانے کے طریقوں پر بھی اپنے خطوط میں بحث کر جاتے تھے۔

پھر اس طریق کو اور بھی آپنے وسیع کر دیا۔ کہ ہفتہ وار ایک چٹھی الحکم کے ذریعہ شائع کرتے تھے۔

آپ کی وفات کے بعد یہ کام حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب کے سپرد ہوا۔ مفتی صاحب پہلے بھی کبھی کبھار یہ خدمت انجام دیتے تھے۔ مگر حضرت مخدوم الملۃ کے بعد کلیتہً ان کے سپرد یہ کام کر دیا گیا۔ اور حضرت کی زندگی کے آخری وقت تک ان کے سپرد رہا۔

میں اسکے متعلق ایک تفصیلی مضمون کسی دوسرے وقت لکھوں گا

خطوط کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ معمول تھا جس پر اب تک جبکہ سلسلہ کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا ہے۔ اور خطوط کی تعداد بھی بیحد بڑھ گئی ہے اور بعض اوقات حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کی صحت کا اقتضا بھی یہی ہوتا ہے کہ کوئی دوسرا شخص پڑھ کر خلاصے پیش کرے۔ مگر جو سنت مسیح موعود علیہ السلام نے ڈالی تھی اسی پر عمل ہو رہا ہے۔ اور وہ یہ تھی کہ آپ تمام خطوط کو خود پڑھا کرتے تھے۔ خطوں کو کھولنے اور پڑھنے سے پیشتر جب ڈاک کا بنڈل آپ کے دست مبارک تک پہنچتا۔ تو اجمالی طور پر تمام خطوط کو سامنے رکھ کر **دُعا کر لیتے** کہ جن مقاصد اور اغراض کے لئے دوستوں نے لکھا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان دوستوں کو ان مقاصد میں بامراد کرے۔

الفاظ کیا ہوتے تھے وہ میں نہیں کہہ سکتا۔ مگر مفہوم یہی ہوتا تھا۔ اسلئے بارہا آپنے اپنی مجالس میں فرمایا کہ جب خطوط آتے ہیں۔ تو میری عادت ہے کہ میں سب کے لئے دعا کر لیتا ہوں۔ پھر آپ ایک ایک خط کو کھولتے اسے پڑھتے جاتے اور اس کے ساتھ ہی راقم الحروف کے مقاصد کے لئے دعا بھی فرماتے جاتے۔

تمام خطوط پڑھ چکنے کے بعد کاتب الخطوط کے حوالے اُسوقت فرماتے جب آپ نماز ظہر میں تشریف لاتے۔ اور جن ایام میں ڈاک ظہر کے بعد آتی تھی تو عصر کے بعد دیتے۔ چونکہ خطوط کا بلندہ آپکے رومال سے بندھا ہوا جیب میں ہوتا تھا۔ تو نماز میں بھی دعا فرماتے۔ وہ خطوط جب محکمۂ ڈاک میں جاتے۔ تو مغرب کی نماز سے پہلے ایک فہرست اسم دار دعا کرانے والوں کی ان خطوط کی بنا پر تیار ہوتی۔ یا اگر کسی نے کوئی درخواست بھیجی دی ہوتی تو اس کا نام بھی اس فہرست میں درج ہوتا۔ اسطرح پر وہ فہرست پھر حضرت کی دعا کی محرک ہوتی۔ اور آپ اٹھتے ہوئے پھر اپنی مخصوص عبادت کی گھڑیوں میں دعا فرماتے۔ ان خطوط کے جواب میں لکھا جاتا کہ دعا کی گئی ہے۔

خطوط کے جواب میں جب حضرت خود اپنے ہاتھ سے لکھتے تو آپ کا معمول تھا کہ عام طور پر اپنے دوستوں کو محبی فی اللہ۔ اخویم۔ اور مکرمی فلاں سے خطاب فرمایا کرتے خواہ کوئی شخص عرف عام کے لحاظ سے کتنے ہی چھوٹے درجے کا ہو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن کو بھی ہمیشہ اکرام و احترام کے الفاظ سے یاد فرمایا کرتے تھے۔

آپ کی عادت میں تھا ہی نہیں کہ کسی کا صرف نام لکھا کریں بلکہ کوئی نہ کوئی تعظیمی لفظ شامل کر لیا کرتے تھے۔ اور جمع کا صیغہ بغرض تعظیم استعمال فرماتے۔ یہ تمام امور آپ کے مکتوبات میں نمایاں ہیں۔ جن کی کچھ جلدیں میں شائع کر چکا ہوں اور کچھ الحکم میں شائع ہو رہے ہیں۔ اور یہ تو میں تحدیث بالنعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ مکتوبات کے مخفی خزانے کو شائع کرنے کی سعادت مجھے ہی ملی۔ اللھم علیٰ ذالک ثم اللھم علیٰ ذالک۔ میں اس مضمون کو ختم کرتے ہوئے **دوستوں سے التماس** کرتا ہوں کہ جو اس مضمون کو پڑھے۔ اگر اُسکے یا اس کے کسی دوست کے پاس حضرت مسیح موعود کا کوئی مکتوب ہو تو اس کی اصل یا نقل میرے پاس بھیجدیں تاکہ اسے میں شائع کر دوں اور اس طرح پر ہم دونوں اجر عظیم کے مستحق ہونگے

(عرفانی)

۲۶ مئی سنہ ۱۹۳۴ء کو الحکم کا خاص نمبر شائع ہوگا

۲۶ر مئی کی تاریخ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں ایک یوم انقلاب ہے۔ جبکہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ نبی نے خدا کی وحی کے مطابق رفع الی اللہ کا مقام پایا۔ ایسی عظیم الشان ہستیوں کی زندگی کے ایسے **انقلابی ایام** ان کی جماعتوں اور سلسلوں میں **زندگی اور کامیابی کی روح پیدا کر دیا کرتے ہیں**۔ اس مقصد کو مدنظر رکھ کر میں ۲۶ر مئی کو "الحکم" کا ایک **خاص نمبر** شائع کرنا چاہتا ہوں ——— بشرطیکہ اس کی

پانچ ہزار کاپیوں کی اشاعت

کا انتظام قبل از وقت ہو جائے۔ اسکے لئے میں صرف **پچاس ۵۰ محبان مسیح موعود علیہ السلام کو پکارتا ہوں کہ وہ ایک ایک سو کاپی لے کر تقسیم کریں**۔ یہ خاص نمبر الحکم کے پورے **۴۰ صفحے** پر شائع ہوگا۔ اس میں اول سے لے کر آخر تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی **صداقت، سیرت اور کارناموں** کا ذکر ہوگا۔ سو کاپی کے خریدار کو ساڑھے بارہ روپے فی سیکڑہ کے حساب سے دیا جائیگا۔ ایک کاپی کی قیمت چار آنے ہوگی۔

میں امید کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے **مخلص اور فدائی خدام** میں سے پچاس ایسے اشخاص اپنے نام دے دینگے جو اس نمبر کی اشاعت کا موجب ہو سکے **اگر** پانچ ہزار کاپی پوری نہ ہو سکی۔ تو میں نہایت افسوس کے ساتھ اس کی اشاعت ملتوی کر دوں گا۔ اسلئے مارچ کے آخر تک اس تعداد کو پورا کر دیا جائے۔

میں کام کرنا چاہتا ہوں بشرطیکہ آپ میرے ساتھ تعاون کریں۔ خدا آپ کا حافظ و ناصر ہو

خاکسار

عرفانی

احباب سے ایک درخواست!

الحکم کے قدیم سرپرستوں کو (جو اب تک خدا کے فضل سے زندہ ہیں) الحکم کا پرچہ ارسال ہے۔ اور مجھے ہر گونہ یقین ہے کہ وہ اس کی سرپرستی میں اپنی مسرت یقین کرینگے۔ اگر وہ کسی وجہ سے خریدار نہ رہنا چاہیں۔ تو ازراہ کرم بواپسی ڈاک اطلاع دیں۔ ایسا ہی جن دوسرے احباب کی خدمت میں بغرض تحریک خریداری پرچہ بھیجا جائے۔ اگر وہ خریدار نہ ہونا چاہیں۔ تو اطلاع دے کر ممنون فرمائیں۔ الحکم کے اس دور میں چاہتا ہوں کہ بقایا کا کوئی حساب نہ رہے۔ میں جذبات آفرین الفاظ میں کوئی اپیل نہیں کرتا۔ صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ الحکم کے احیاء و بقا کی تحریک میں حصہ لینا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بازو کو قائم رکھنے کے ثواب و سعادت سے بہرہ اندوز ہونا ہے۔

خاکسار

عرفانی

مشاہدات عرفانی

یعنی

ایڈیٹر الحکم کا سفرنامہ یورپ اور بلاد اسلامیہ

مصنف نے کامل دو سال تک یورپ اور بلاد اسلامیہ کی سیاحت کے بعد اپنے مشاہدات کو کتابی شکل میں شائع کرنا شروع کیا ہے۔ یہ سفرنامہ چار جلدوں میں مکمل ہوگا پہلی جلد شائع ہو چکی ہے

یہ سفرنامہ بالکل نئی طرز کا لکھا گیا ہے

نکتہ رس اور غور کن دماغ سے کام لے کر ان ملکوں میں آنکھ کے مشاہدات کیلئے چھوڑا ہے۔ اس سفرنامہ کے پڑھنے سے ملکی اور قومی ترقی کے سربستہ اسرار۔ اور قوموں کے عروج و زوال کا پتہ لگے گا۔ قعر مذلت سے نکلکر بام رفعت پر کیوں کر پہنچ سکتے ہیں؟ اس کا جواب ہوگا۔

ہر مقام اور شہر میں جہاں مصنف گیا ہے معمولی نظر سے نہیں۔ بلکہ شوق افزا صورت میں واقعات تاریخ کی روشنی میں بیان کئے گئے ہیں

مسلمانوں میں قومی زندگی اور ملی روح کے نشو و نما کے لئے اس سفرنامہ کو ضرور پڑھنا چاہیے

قیمت جلد اول ——— دو روپے آٹھ آنے ——— علاوہ محصولڈاک

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکتوبات

اپنے دوستوں کے نام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکتوبات کی **پانچویں جلد اب شائع ہو گئی ہے** اس میں حضور کے وہ مکتوبات ہیں جو آپ نے اپنے مخلص احباب اور خدام کو لکھے

پہلے نمبر میں

حضرت سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراسی رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب ہیں ——— اور

دوسرے نمبر میں

حضرت حکیم الامۃ رضؓ کے نام مکتوبات ہیں۔ اسیطرح یہ سلسلہ جاری رہیگا جبتک مکتوبات کا ذخیرہ ختم نہ ہو جاوے۔ اس جلد کے

تیسرے نمبر میں

حضرت چوہدری رستم علی خان رضی اللہ عنہ کے نام مکتوبات ہیں۔ اور

چوتھے نمبر میں

حضرت نواب محمد علی خان صاحب قبلہ سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام مکتوبات ہیں

اس سلسلہ کے ہر نمبر کی قیمت سردست ——— ایک روپیہ ہے

لیکن جب خریداروں کی تعداد ایک ہزار پہنچ جائے گی تو قیمت نصف کر دی جائیگی

تھوڑی جلدیں طبع ہوئی ہیں جلد منگوالیں!

ملنے کا پتہ:- منیجر اخبار الحکم قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپا اور تراب منزل دفتر اخبار الحکم۔ الحکم سٹریٹ قادیان سے شائع ہوا۔